

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

پیتم بِن مَن سُونا

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : پیتم بِن مَن سُونا

﴿کلام جنوری سنہ ۲۰۲۲ تا مارچ سنہ ۲۰۲۲﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۲

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : زارا احمد

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

اپنے تمام قارئین کے نام

جو ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور جن کی وجہ سے مجھے شعر کہنا اچھا لگتا ہے



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

" ایں چشمۂ رواں کہ ' بفضلِ خدا ' دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمّد است"

ترتیب

پیتم بِن مَن سُونا ہے ، برسن لاگے نین
ہجر کی لمبی کالی ، کیسے گزرے رین
دھڑکن شور مچاوے ، نیند کہاں سے آئے
دل کو کیسے سمجھاویں ، ہے پگلا بے چین

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا ساتواں شعری مجموعہ ”پیتم بن من سُونا“ پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ میرے گذشتہ تمام مجموعہ ہائے کلام ” لبّ ِلباب “ ،چاک دامانِ جنوں، ”ہم قدم دم بدم“، نصیبِ چارہ گری، در آئینہ صف۔ دوستاں اور بازگشت کو جس طور سے پذیرائی ملی اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ ” لبّ ِلباب “ کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالٰی کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی ، محض ٹیون یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالٰی نے جیسے شاعری سکھا دی ہے

اور اب میں شعر آسانی سے کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللّٰہ تعالٰی نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللّٰہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تا کہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالٰی کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللّٰہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمد للّٰہ

اس کتاب ''پیتم بِن مَن سُونا'' میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے لے کر ۳۱ مارچ ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل کیا گیا ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی انہی کا عنایت کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک

ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی رائے کا اظہار فرمایا اور املا کی غلطیوں تک کی نشاندہی فرمائی۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ایک بار پھر خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے ، مبارک احمد صدیقی صاحب، مکرم اسحٰق ساجد صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّراحمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب کا تعارف اور شاعر پر خوبصورت غزل عطا فرمائی ہے۔

اللہ ان کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

۳۱ مارچ ۲۰۲۲

تعارف کتاب

" پیتم بِن مَن سُونا " افکار کی شبنم

تحریر : ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے، ٹیلفورڈ ، شراپشائر ، انگلینڈ

سادگی و صداقت سے مزیّن اور رنگِ وفا سے رنگین "پیتم بن من سُونا " کا پی ڈی ایف مسوّدہ نظر نواز ہوا جس کے لئے خاکسار ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کا تہہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔

شمعِ خلافت کے ادبی پروانوں کے لئے ڈاکٹر صاحب بلا شک و شبہ بے مثال ادب تخلیق فرما رہے ہیں۔ دو برسوں کے مختصر عرصہ میں ساتویں ضخیم اور ایمان افروز تصنیف کا منظرِ عام پر لے آنا یقیناً ایک غیر معمولی عمل ہے جس کے پیچھے بے شک دعاؤں کی قبولیت کے اثرات، ایمان کی پختگی کی عطا، شب و روز کی محنتِ شاقہ ، ریاضت کی دولت ،

طہارتِ فکر اور بلندئ پرواز و کردار کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے جس کے لئے خاکسار لندن میں ادب کے قافلہ سالار ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہےاور ساتھ ہی ان کے لئے ذیل میں اس عاجز کی نوکِ قلم سے نکلی ایک عاجزانہ عرض بھی، امّید ہے کہ قبول فرمائیں گے۔

تخلیق کے لمحات نے چوما ہے ترا دل
پیتم سے اگر دور ہے سُونا ہے ترا دل

گلہائے عقیدت سے ہی مہکا ہے ترا دل
افکار کی شبنم سے نہایا ہے ترا دل

احساس ہے یہ قیس کو ، دیکھا ہے ترا دل
ہر عاشقِ مجاز سے اجلا ہے ترا دل

جب ساگرِ انوار میں ڈھلتا ہے ترا دل
گرتے ہی جبیں سجدے میں ، روتا ہے ترا دل

جب کھیتیاں اذہان میں اُجڑی ہوں وفا کی
تب بیج مناجات کے بوتا ہے ترا دل

میری ہی طرح ذکرِ خدا اور نبی کی
مدحت کا فسوں اوڑھ کے سوتا ہے ترا دل

بیمار سخن دیکھ کے دشمن کے قلم کا
اشعار ، مسیحائی کے لکھتا ہے ترا دل

اظہار جو نفرت کا کرے کوئی منوّر
اس طرح کے منظر پہ تڑپتا ہے ترا دل

طلبگارِ دُعا
خاکسار
ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے
ٹیلفورڈ ، شراپشائر ، انگلینڈ

پیش لفظ

جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا ساتواں مجموعۂ کلام "پیتم بِن مَن سُونا" اس وقت میرے پیشِ نظر ہے۔

اس کے نام سے ظاہر ہے کہ اس میں جو نظمیں، غزلیں ہیں وہ محبوب سے جُدائی اور دل کے درد کی گہرائی اور اداسی کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ آپ قارئین ان کے پیتم کو بخوبی جانتے ہیں۔ کیونکہ آپ قارئین بھی اسی شمع کے پروانے ہیں اور اسی پیتم کے دیوانے ہیں اور ڈاکٹر طارق انور باجوہ ہی نہیں جو بھی اس پیتم سے مہجور ہو گا وہ کب مسرور ہو گا اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گا

پیتم بن من سونا ہے ، برسن لاگے نین
ہجر کی لمبی کالی ، کیسے گزرے رین

دھڑکن شور مچائے ، نیند کہاں سے آئے
دل کو کیسے سمجھاویں ، ہے پگلا بے چین

اس ہمارے شاعر کو اپنی یہ بے بسی اور بے چینی اتنا بے قرار کر دیتی ہے کہ وہ اپنی ہر آرزو، پیتم کے وصال کے علاوہ تج دیتا ہے اور پکار اُٹھتا ہے

پوری وصالِ یار کی خواہش مری جو ہو
باقی نہیں رہے گی کوئی آرزو مجھے

ہر آرزو، وصل کی آرزو کے علاوہ اس لئے ہیچ نظر آتی ہے کہ وہ اپنے پیتم کی محبّت اور عقیدت کو سب سے بڑا حقیقی محورِ زندگی سمجھتا ہے۔ وہ کہتا ہے

جب عشق تِرا خون کے رشتوں سے سوا ہے
ہر ذرّۂ جاں تیری اطاعت میں فدا ہے

اس مجموعۂ کلام میں حمدِ باری تعالیٰ، نعت کے جواہرات بھی ہیں۔ حرم میں گزرے ہوئے لمحات کی پُر عقیدت یادوں، اعتکاف کی روحانی برکتوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

ہو کے آیا حرم سے میں واپس
دل وہیں گرچہ چھوڑ آیا ہوں

وہ آئے گا مجھے مہماں سمجھ کے ملنے کو
یہ سوچ کے ہی میں تو اعتکاف کرتا رہا

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعری روز بروز پختہ تر دور میں جلوہ زن ہے۔ شاعری کی مروّجہ اصطلاحات اور اوصاف ان کے کلام میں اپنی چمک دمک کے ساتھ رخشندہ اور تابندہ ہیں۔ ان کے کلام میں عصری شعور کی جھلک بھی نظر آتی ہے۔ صرف غمِ جاناں ہی نہیں، کہیں کہیں وہ غمِ دوراں بھی بیان کر دیتے ہیں

بدل گئی جو حکومت تو پھر بھی کیا ہو گا
وہ کیا نہ دین میں پھر جبر لے کے آئے گی

لیکن یہ تمام خوبیاں ایک طرف، اُن کے کلام میں مرکزی حیثیّت اسی پیتم کی محبّت کو حاصل ہے۔ جو ان کی ہر آرزو اور آدرش سے بلند تر ہے۔ اس لئے کہ

”کسی کی چشمِ فسوں ساز نے کیا جادو “
یونہی سُخن میں ہمارے نہیں روانی ہوئی

پروفیسر مبارک احمد عابد

حال کینیڈا

۷ جون ۲۰۲۲

خاکسار مبارک صدیقی، " پیتیم بِن مَن سُونا" کے خالق، محترم ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کو ان کے مجموعہ کلام کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے صرف دو سال پہلے با قاعدہ شعر کہنے اور محفوظ کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور دو سالوں میں انکا ساتواں مجموعہ کلام قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔برطانیہ میں بہرحال یہ ایک ریکارڈ ہے۔ ڈاکٹر صاحب شاہراہ ادب پر پوری محبتوں جذبوں اور صداقتوں کے ساتھ محو سفر ہیں اور جو دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں رقم کرتے جاتے ہیں۔ اسی شاہراہ پر مجھے یقین ہے کہ شعر و سخن کے بہت سے رموز و اسرار کے گلاب آپکے استقبال کے لئے بصد عقیدت منتظر ہیں۔ ڈاکٹر صاحب بہت خوبصورتی سے نیکی کا پیغام دے کر بے نیازی سے آگے بڑھ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے صرف اخباروں رسالوں میں نہیں بلکہ قارئین کے دلوں میں اپنا گھر بنایا ہے۔ آپ پیشے کے اعتبار سے کل وقتی ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ آرمی میں کیپٹن رہ چکے ہیں اور افریقن ممالک میں خدمت انسانیت کے شعبے سے بھی وابستہ ہیں۔یہ سب دیکھ کر احمد ندیم قاسمی کا شعر یاد آتا ہے کہ

جب بھی دیکھا ہے تجھے عالم نو دیکھا ہے
مرحلہ طے نہ ہوا تیری شناسائی کا

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے آمین

مبارک احمد صدیقی

ایک مخلصانہ جائزہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے مجموعۂ کلام ''پیتم بن من سُونا''کا مسوّدہ پڑھا ہے اور اس کے بعد میرے ذہن میں جو خاکہ اُبھرا کچھ ایسے ہے کہ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب مجھے عہدِ جدید کے ایسے شاعر معلوم ہوئے جو اپنے شاعرانہ فکر و فن میں قدیم و جدید کے حسین امتزاج سے مزیّن ہیں۔ بلا شبہ آپ کی غزلوں میں کلاسیکی شعراء کی طرح تغزّل نہیں ملے گا کیونکہ ان کی غزلوں میں نئے چراغ روشن نظر آتے ہیں۔ آپ کے اشعار میں خالص تغزّل اور عشق و محبّت کے جذبات کی وہ فراوانی نہیں ملتی جو ہمارے شعرائے قدیم کا طرّۂ امتیاز رہا ہے۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی غزلیں ان کی اندرونی کیفیّت کا سجایا ہوا گلدستہ ہیں جن میں شامل ہر پھول رنگ و بُو کے الفاظ و معانی کا دلکش شاہکار ہے۔ ان کا مشاہدہ سماج کے ہر مرحلے سے تعلّق رکھتا ہے۔ مجموعہ میں شامل بہت سے اشعار، معانی کو اجالنے اور چمکانے کا کام کرتے ہیں۔ ابھی سے ان کے لئے کسی منزل کا تعین بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کی غزلیں اور ان کی نگاہ اپنے گرد و پیش پھیلے ہوئے مناظر پر ہے جیسا کہ ان کے اشعار سے اندازہ ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کا سفر جاری ہے تخلیق کا سفر، نئی غزل کا سفر اور ڈاکٹر طارق انور باجوہ

صاحب تو اس میدان کے ایسے مسافر ہیں جنہیں ان خوشبوؤں کا سفیر کہا جانا چاہئے
جو آپ غزلوں میں نئے نئے مضمون لے کر آتے ہیں۔
ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب سے بڑی توقّعات ہیں۔ دعا ہے کے ڈاکٹر طارق انور
باجوہ صاحب مشاہداتی اور تجرباتی اشعار کا ادب میں اضافہ کریں۔

اسحٰق ساجد

جرمنی

۳ جون ۲۰۲۲

آپ کا کلام جو ایک بہتی ندیا کی مانند رواں ہے اس کے بارے میں میرے تاثرات وُہی ہیں جس کا اظہار اس سے قبل بھی کر چُکا ہُوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو بھی ویسا ہی بار آور فرمائے اور آپ کا قدم اس گُلشنِ سُخن میں آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے اور آپ کا کلام نافع النّاس ہو۔
اللّٰھُمّ آمین۔۔۔اور جہاں تک اس مجمُوعۂ کلام کے نام کا تعلق ہے، بُہت پیارا نام ہے۔۔
"پیتم بن من سُونا"

ماشااللہ

چوہدری عبدالشّکور

کلیولینڈ اوہائیو ۔امریکہ

غزلیات

اور

نظمیں

حمدِ باری تعالیٰ

کس نے پھر موسمِ بہار دیا
جب خزاں آئی ، بار بار دیا

پھول کلیوں کو یوں نکھار دیا
بھر کے رنگ ان کا اشتہار دیا

وہ حسیں ہو گا کس قدر جس نے
حسن سب کو ہی مستعار دیا

دینے والا ہے ہر کسی کو وہ
جب دیا اس نے بے شمار دیا

جس نے مانا ہے اس کو خود اس نے
ذات پر اپنی اعتبار دیا

دل جو دھڑکا ہے اس کی خاطر تو
اس نے اس دل کو ہی قرار دیا

خود وہ تسکینِ جاں بنا اس کا
جان کو اس پہ جس نے وار دیا

اس نے ابلیس کو کیا آزاد
کب فرشتوں کو اختیار دیا

اور انساں بنا دیا مجھ کو
اس قدر اس نے اپنا پیار دیا

طارق اتنا ہے وہ عزیز از جاں
ہم نے دل اس کے آگے ہار دیا

حمدِ باری تعالیٰ

گہرا اثر ہوا ہے بزرگوں کی بات کا
یا معجزہ ہے دل کی کسی واردات کا

میری سبھی محبّتیں اب اس کے نام ہیں
مالک ہے وہ جو ساری مری کائنات کا

کرنے کو پیش اس کو مرے پاس کچھ نہیں
رکھے گا کیوں حساب مرے واجبات کا

آئے وہی نظر مجھے ہر شے میں اب یہاں
ہر سمت ہے وہ آئنہ ، تجلّیات کا

باقی وہی تو ہے ، نہیں جس کو کبھی فنا
جاری ہے ورنہ سلسلہ موت و حیات کا

دستک تو دے کے دیکھ تُو کھولے گا وہ ضرور
اس نے کبھی نہ بند کیا در نجات کا

محدود کر لیا ہے جو اپنی ہی ذات کو
تو کیسے جان پائے گا بھید اس کی ذات کا

الفت میں اس کی دل مرا پگھلا تھا ایک بار
طارق یہ تذکرہ ہے اسی ایک رات کا

حمدِ باری تعالیٰ

بچپن سے ہی رہی ہے تری جستجو مجھے
دیدار کی ہمیشہ رہی آرزو مجھے

آئے گا تب سکوں جو پلائے نگاہ سے
تسکین دے سکے نہیں جام و سبو مجھے

سوچا ہے یاد تُجھ کو دلاؤں گا میں کبھی
بھولی ہے کب ، جو تُجھ سے ہوئی گفتگو ، مجھے

تُجھ سا نہیں ہے کوئی بھی سارے جہان میں
کافی ہے ایک ، دیکھنے کو خوبرو مجھے

پوری وصالِ یار کی خواہش مری جو ہو
باقی نہیں رہے گی کوئی آرزو مجھے

میں تیری کائنات ہی کو دیکھتا رہوں
آتا ہے جب نظر تُو یہاں چار سُو مجھے

میں کامیاب ہوں تو فقط تیرا ہے کرم
تُو نے ہر امتحاں میں کیا سرخرو مجھے

مایوس تو ہوا نہیں رحمت سے میں تری
رہتی ہے یاد آیتِ لا تقنطوا مجھے

طارق نہ اس کی نعمتوں کا ہو سکے شمار
حسرت سے یوں نہ دیکھتا ورنہ عدو مجھے

حمد۔۔۔زیارتِ حرم کے بعد

حمد کے گیت گنگنایا ہوں
تیرے گھر نور میں نہایا ہوں

ہو کے آیا حرم سے میں واپس
دل وہیں گرچہ چھوڑ آیا ہوں

حجرِ اسود قریب سے دیکھا
حسن کب اس کا بھول پایا ہوں

بوسہ لینے کو دل تو تڑپا تھا
پر یہ حسرت ہی ساتھ لایا ہوں

تیری دہلیز پر قدم رکھ کے
کر کے توبہ میں گڑگڑایا ہوں

کر دیا راز فاش اپنا ہی
دیکھ کر اس کو مسکرایا ہوں

دیتا رہتا ہے پھل ہمیشہ جو
ڈھونڈتا اس شجر کا سایا ہوں

ناتے توڑے تھے ساری دنیا سے
جانے کیوں پھر بھی لوٹ آیا ہوں

مجھ کو توفیق دے پھر آنے کی
تیرا اپنا ہوں کب پرایا ہوں

تیرے بن جی سکوں گا میں کیونکر
جب ترے ہجر کا ستایا ہوں

❁ ❁ ❁

نیا سال مبارک!

سال آتا ہے جب نیا کوئی
سوچتے ہیں کریں بھلا کوئی

ہم نے وعدے کئے جو پچھلے برس
پورا ان میں سے کیا ، کِیا کوئی

حادثے ، موت ، بھوک ، مہنگائی
کس سے ان کا کرے گلہ کوئی

ہم نے دیکھا کہ حلف لے کہہ کر
جب عدالت میں ہو کھڑا کوئی

جو بھی بولوں گا سچ ہی بولوں گا
جھوٹ کی بھی ہے انتہا کوئی

عدل کا بول کاش بالا ہو
ایسے ظالم کو دے سزا کوئی

جب بھی مظلوم کی صدا اُٹھے
کان سننے کو ہوں رسا کوئی

کوئی مرہم لگائے زخموں پر
دُکھ کو دنیا سے دے مٹا کوئی

آنکھیں عادی ہوئیں اندھیروں کی
کیا کرے نور آشنا کوئی

یونہی سال آتے جاتے رہتے ہیں
اس دفعہ کیا فرَق پڑا کوئی

سوچنے کی ہے بات اب طارق
کیا کسی کا کریں بھلا کوئی

آئی تو فصلِ نو بہار ، باغ کا رنگ ہے وہی
بانٹیں گے ہم نوید کیا ہاتھ تو تنگ ہے وہی

ارض و سما میں کیا بھلا بنتی رہے گی کربلا
گھیرا ہے جس نے وہ بلا رہنی جو سنگ ہے وہی

اب بھی شرارِ بُولہب لڑتی رہے گی نُور سے
نیکی بدی میں تھی سَدا جاری سو جنگ ہے وہی

باعثِ جاہ و فخر ہے ، مال ہو گو حرام کا
مال نہ ہو تو علم کیا ، باعثِ ننگ ہے وہی

قدریں بدل گئی ہیں اب کرتا تھا جو وفا کبھی
دھوکا فریب دیکھ کے، انساں بھی دنگ ہے وہی

شیطاں تو اپنے کام میں ڈٹا ہوا ہے اب تلک
ڈالی تھی اس نے جو کبھی رنگ میں بھنگ ، ہے وہی

آیا ہے ابتلا یہاں ایک کے بعد ایک پر
بھولے ہوئے ہیں موت کو، جینے کا ڈھنگ ہے وہی

طارق بچیں گے بس وہی ، رب کی جنہیں پنہ ملے
توبہ جو کر بھی لی تو کیا ، دل پہ تو زنگ ہے وہی

خلافتِ خامسہ کا انتخاب

وہ جو دنیا کی نگاہوں سے رہا مستور تھا
پانچواں ہو کر خلیفہ ، ہو گیا مشہور تھا

منتخب ہو کر جو آیا ، نام وہ مسرور تھا
جو خدا نے اپنے ہاتھوں خود کیا منظور تھا

مرتبے پر ناظرِ اعلیٰ کے جو پہلے سے تھا
ایک عالم دیکھ کر اس کو ہوا مسرور تھا

گرچہ کم گو تھا ، مگر وہ تھا ذہیں ، پرہیز گار
انتظامی مسئلوں میں خوب رکھتا ، نور تھا

عاجزی میں اس کی شخصیت تھی ایسی پُر وقار
ہر تکلّف ، ہر تصنّع ، خود سے رکھتا دور تھا

دیکھ کر اس کی عبادت ، یہ ہوا اکثر گماں
وہ خدا کی بارگہ کا بندۂ منصور تھا

ساتھ دینے کی ، خدا نے خود تسلّی اس کو دی
وہ مسیحِ پاک کے الہام میں مذکور تھا

ہے خلافت اِس کی شاہد ، ہے خدا کا انتخاب
جو جماعت کی ترقّی کے لئے مامور تھا

کیا عجب ، طارق اگر ہیں عاشقوں میں ہم شمار
ہر کوئی اس کی نگاہوں سے ہوا مسحور تھا

عہدِ خلافت

ہم تجھ سے محبّت نہ کریں گر ، تو کریں کیا
تجھ سے دمِ الفت نہ بھریں گر ، تو کریں کیا

اوڑھی ہوئی تُو نے جو خلافت کی ردا ہے
ہم نے بھی ترے ہاتھوں میں یہ ہاتھ دیا ہے
ہر خون کے قطرے میں ہمارے بھی وفا ہے
تُو نے جو کہا ہم نے بہر حال کیا ہے
جب عشق ترا خون کے رشتوں سے سوا ہے
ہر ذرّۂ جاں تیری اطاعت میں فدا ہے

ہم تجھ سے محبّت نہ کریں گر ، تو کریں کیا
تجھ سے دمِ الفت نہ بھریں گر ، تو کریں کیا

خوں تیری رگوں میں تو نجابت کا بھرا ہے
روشن جو رکھا تو نے شرافت کا دیا ہے

جب سر پہ ترے تاج خلافت کا سجا ہے
جو عہد ہے بیعت کا وہ تُجھ سے ہی کیا ہے

اب ساتھ نبھانا تِرا ، مقصودِ وفا ہے
ہر شخص تجھے دیکھ کے دیوانہ ہوا ہے

ہم تُجھ سے محبّت نہ کریں گر ، تو کریں کیا
تجھ سے دمِ الفت نہ بھریں گر ، تو کریں کیا

ہم آگے ہیں تیرے تو حفاظت کے لئے ہیں
ہم پیچھے ہیں تیرے تو اطاعت کے لئے ہیں
ہم دائیں کھڑے تیرے ، اقامت کے لئے ہیں
ہم بائیں ہیں تیرے تو سعادت کے لئے ہیں

سر پر جو فرشتے تری نصرت کے لئے ہیں
قدموں میں فتوحات ، غنیمت کے لئے ہیں

عزّت پہ تری آنچ بھی آئے تو بھلا کیوں
رستے میں ترے کانچ بھی آئے تو بھلا کیوں

کمزور یہ سمجھا ہمیں دشمن بھلا کیسے
سچوں پہ لگا کرتی ہے قدغن بھلا کیسے

ٹوٹے گا محبّت کا یہ بندھن بھلا کیسے
چاہیں بھی تو ہو پائے گی ان بن بھلا کیسے

پھولوں سے بھرا دیکھیں تو گلشن بھلا کیسے
ہیں تُجھ پہ فدا سب لئے تن من بھلا کیسے

ان کو یہ سمجھ آئے نہیں گر ، تو کریں کیا
تجھ سے دمِ الفت نہ بھریں گر ، تو کریں کیا

خلافت ایک نعمت ہے

ہمیں جس سے محبّت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے
اسی سے عہدِ بیعت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

کیا وعدہ خدا نے مومنوں سے ، جس کا قرآں میں
وہی واضح بشارت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

خدا خود اپنے ہاتھوں سے اسے منظور کرتا ہے
خدا کی بادشاہت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

ملے جب آخریں سے اوّلیں تو یہ سبق پایا
کہ فرض اس کی حفاظت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

یہ نعمت جب ملی پہلوں کو ، فتنے بھی ہوئے پیدا
تو پھر پائی شہادت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

نہ چھن جائے کہیں نعمت یہ ، ناشکری نہ ہو جائے
ہمیں واجب اطاعت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

مقابل مکر ہو جب بھی ، خدا تدبیر کرتا ہے
کہ غالب اُس کی حکمت ہے، خلافت ایک نعمت ہے

جو منہاجِ نبوّت پر ہے قائم اس زمانے میں
وہی راشد خلافت ہے، خلافت ایک نعمت ہے

ہمارا دل , ہماری جاں , ہمارا مال سب اس پر
فدا کرنا سعادت ہے ، خلافت ایک نعمت ہے

خدا نے چن لیا طارق ، یہ اُس کا فضل ہے ہم پر
ہماری جو قیادت ہے ، خلافت ، ایک نعمت ہے

حاکم و عادل کے جب منصب کا پردہ کُھل گیا
شیخ کا اوڑھا ہوا ، مذہب کا پردہ کُھل گیا

اپنی اپنی ہر کوئی سمجھا تھا بہتر فکر کو
سچ پہ لیکن قائم اک ، مکتب کا پردہ کُھل گیا

چاند سا مکھڑا چھپا رکھا تھا کب سے زلف نے
زلف لہرائی ہوا نے ، شب کا پردہ کُھل گیا

گرچہ رکھا خاک نے کچھ دیر ہم کو ڈھانپ کر
صاف کی تصویر جب ، ہم سب کا پردہ کُھل گیا

دیکھ پائی آنکھ وہ اُٹھنے کی ہمّت جس میں تھی
طُور پر اترا ہے جب ، کیا ربّ کا پردہ کُھل گیا

پوچھتے ہو کیا کسی نے اس کو دیکھا ہے کبھی
دیکھنے والوں کا اس سے کب کا پردہ کُھل گیا

نام لے کر دِیں کا ، دھوکہ دے رہے ہیں کون لوگ
ہو گئے ہیں سب عیاں ، اس ڈھب کا پردہ کھل گیا

راز داری اس نے رکھی تھی تعلق کی مگر
جب کُھلا وہ ، پچھم و پُورب کا پردہ کُھل گیا

دیکھ کر ساقی کو طارق ، لوگ پہچانیں نہ جب
کون پیتا ہے کہاں ، مشرب کا پردہ کُھل گیا

❁ ❁ ❁

ازل سے جھوٹ تو سچائیوں سے ڈرتا رہا
میں ہر بُرائی کی *انگنائیوں سے ڈرتا رہا
غرور پیدا نہ کر دیں یہ نیک ہونے کا
کبھی کبھی تو میں اچھائیوں سے ڈرتا رہا

میں سچ کی دھوپ میں بچپن سے ہی بٹھایا گیا
تبھی تو جھوٹ کی پرچھائیوں سے ڈرتا رہا

ازالہ کر نہ سکیں جو مری جُدائی کا
میں خود ہی ایسی شناسائیوں سے ڈرتا رہا

جو میری ذات کو مجھ سے کبھی جُدا کر دیں
تمام ایسی پذیرائیوں سے ڈرتا رہا

سوال آئے بھی دل میں بتا نہ پایا کبھی
میں اپنی سوچ کی گہرائیوں سے ڈرتا رہا

سنا تو دیتا کلام اپنا تیری محفل میں
سُخن شناس میں ، شیدائیوں سے ڈرتا رہا

ترا خیال تھا تُجھ پر نہ کوئی حرف آئے
وگرنہ کون ، کب ، رسوائیوں سے ڈرتا رہا

قریب آ کے تجھے دیکھنے کا شوق تو تھا
میں تیرے حسن کی رعنائیوں سے ڈرتا رہا

ترے سوا نہ جہاں میں کسی سے عشق کیا
وفا شعار تھا ، ہرجائیوں سے ڈرتا رہا

کہیں علاج کی صورت بھی نہ پیدا ہو جا ئے
مریضِ عشق مسیحائیوں سے ڈرتا رہا

میں کیسے دل کی عدالت میں پیش ہو جاتا
خرَد کی دی گئی صفائیوں سے ڈرتا رہا

کہیں نہ مشورہ دیں سچ کو چھوڑ دینے کا
یوں دوستوں کی بھی دانائیوں سے ڈرتا رہا

وہ میرے ساتھ ہے طارق تو ڈر نہیں لگتا
وگرنہ بھیڑ میں ، تنہائیوں سے ڈرتا رہا

٭انگنائی : تنگ آنگن...

❁❁❁

میں جب بھی اس کی گلی کا طواف کرتا رہا
مرے قصور ، وہ سارے معاف کرتا رہا

وہ آئے گا مجھے مہماں سمجھ کے ملنے کو
یہ سوچ کے ہی میں تو اعتکاف کرتا رہا

مجھے تو دھول بھی اس کی گلی کی پیاری لگی
میں سجدہ کر کے وہیں دل کو صاف کرتا رہا

مرے دماغ میں گھومی وہ سرکشی اپنی
میں اس کے حکم سے جو انحراف کرتا رہا

گنہ کئے تھے تو اقرار بھی کیا میں نے
میں اپنے جرم کا بھی اعتراف کرتا رہا

وہاں قریب ہی شیطان بھی ملا مجھ کو
جو میری سوچ ہی سے اختلاف کرتا رہا

جو میری ہوگئی قربانی پیش اس کے حضور
تو لوٹ کر میں وہاں پھر طواف کرتا رہا

مرے سفر کا پتہ جب لگا ہے دشمن کو
کہاں کہاں نہ وہ لاف و گزاف کرتا رہا

سعی ، جنوں کی علامت سہی مگر طارق
نہیں روایتوں کے میں خلاف کرتا رہا

کیا حقیقت ہے کیا فسانہ ہے
ایک دن سامنے تو آنا ہے

قدر بدلی ہے سوچ ہے جو نئ
یا ترقّی کا شاخسانہ ہے

ہو گئی عام اب رسائی تو
ہاتھ میں علم کا خزانہ ہے

پھر بھی جاہل ہیں رہنما دیکھو !
مال و دولت انہیں بنانا ہے

اب نہیں دور ہیں نظر ان کی
فکر ہے جلد ان کو جانا ہے

قوم کی فکر ہو بھلا کیونکر
نام دنیا میں بس کمانا ہے

کون پوچھے کہاں سے مال آیا
گھر نیا ہے یا پھر پرانا ہے

کس نے وعدے کئے جو پورے ہوئے
کس نے اب کس کو آزمانا ہے؟

آدمیّت کا انحطاط ہوا
یا کہ بدلا ہوا زمانہ ہے

آگے منظر کھلے گا کیا طارق
وقت آگے ہوا روانہ ہے

اس جُرم سے ہم نے کہاں انکار کیا ہے
تیّار ہیں ، بھگتیں گے سزا ، پیار کیا ہے

سوداگری کا شوق ہمیں بھی نہ تھا مگر
سودا دلوں کا ہم نے بھی اک بار کیا ہے

اس عشق میں ہی آدمی ہیں کام کے ہُوئے
وہ تو نہیں یہ عشق ، کہ بیکار کیا ہے

منزل جو نظر آئی ہماری ہمیں تو کیا
طے راستہ بھی ہم نے ہی دشوار کیا ہے

اس زندگی کو کھیل سمجھ بیٹھے ہیں کیا لوگ
کیا کیا نہ تماشہ پسِ دیوار کیا ہے

جنّت کی سمجھ ہے نہ جہنّم کا اُسے ڈر
کس نے اسے حوروں کا طلب گار کیا ہے

اس نے جو بتائی ہے اسی راہ پہ ڈھونڈو
اس نے تو وہیں وصل کا اقرار کیا ہے

طارق ہے وہی ذات محبّت کے تو لائق
آساں اسی نے ہجر کا آزار کیا ہے

زخم دل کا جو دکھایا تو فقط تیرے حضور
اشک کو رشک بنایا تو فقط تیرے حضور

دل میں پوشیدہ کئی بت بھی رہے ، مان لیا
خود کو سجدے میں گرایا تو فقط تیرے حضور

غیر کو ہم نے بتایا نہ کبھی درد اپنا
دل نے گر شور مچایا تو فقط تیرے حضور

جب ندامت سے کبھی آنکھ میں آنسو آئے
ان کو جی بھر کے بہایا تو فقط تیرے حضور

بے قراری میں ، بِنا تیرے گزارے دن رات
دل نے ہے چین جو پایا تو فقط تیرے حضور

ہم کو دنیا کے سبھی رشتوں نے باندھے رکھا
تھا جو اپنا بھی پرایا تو فقط تیرے حضور

دھوپ میں ایسی تمازت تھی کہ جل ہی جاتے
مل گیا ہم کو جو سایہ تو فقط تیرے حضور

دیکھ کر دامنِ تر شور مچایا سب نے
ہم نے دامن کو چھپایا تو فقط تیرے حضور

عاشقوں کی کبھی فہرست بنی تو اس میں
نام طارق کا بھی آیا تو ، فقط تیرے حضور

کیا تمہاری آنکھ نے دیکھے نہیں منظر تمام ؟
ہم پھلے پھولے ہیں ، دشمن رہ گئے ابتر تمام

سرخرو اُس نے کیا ہے ساتھ دے کر بارہا
کیوں ہٹا دیتا ہے رستے سے کوئی پتھر تمام

اب افق پر دیکھتے ہو جو اجالے صبح کے
دیکھنا ، اب جلد ہو گا رات کا منظر تمام

نیک فطرت ، نام لکھوانے کو باندھے ہیں قطار
ہیں فرشتے کھول کر بیٹھے ہوئے دفتر تمام

امن کے حصنِ حصیں میں جو بھی داخل ہو گئے
عافیت پائیں گے سب الدّار میں بے گھر تمام

رہنما جس نے دیا پیغام سب کو امن کا
امن ہو ، گر رہنمائی اس سے لیں رہبر تمام

اِس خزانے کی اگر ہو جائے دنیا کو خبر
دوڑ کر آئیں گے طارق ، تا ملیں گوہر تمام

کچھ الگ سا ہے اس سے پیار مجھے
کوئی اس سا ملا نہ یار مجھے

وہ گیا جب تو یہ احساس ہوا
اس کی محفل کا تھا خُمار مجھے

کب ملاقات ہو گی پھر اس سے
اب تو رہتا ہے انتظار مجھے

وہ بلائے گا بزم میں اپنی
اس پہ اتنا ہے اعتبار مجھے

جو کہے اس کو مان جاتا ہوں
دل پہ اتنا ہے اختیار مجھے

چھوڑ کر آ پڑا ہوں اس در پر
راس آیا نہ روزگار مجھے

جرم اتنا ہے سچ کہا سچ کو
لے گئے پھر بھی سوئے دار مجھے

اپنا چہرہ دِکھا کے مرہم رکھ
تُو نے دیکھا ہے دلفگار مجھے

آس ملنے کی دے سُکوں طارق
یاد رکھتی ہے بے قرار مجھے

غضب کی دھوپ میں جو ابر لے کے آئے گی
اگر ہو یاد تو وہ قبر لے کے آئے گی

بدل گئی جو حکومت تو پھر بھی کیا ہو گا
وہ کیا نہ دین میں ، پھر جبر لے کے آئے گی

لکھی ہے فتح ، کرو صبر اور تھوڑا سا
اسے خدا کی ہی تقدیر ، لے کے آئے گی

نظر چراغ بھی آئے گا تب ہوا روشن
اُجالا دل میں جب اک قبر لے کے آئے گی

ہیں تیز دھوپ میں بیٹھے شجر کے سائے تلے
یہیں پہ تازہ ہوا ابر لے کے آئے گی

سفر یہ ختم جو ہو گا ، کب آئے گی منزل
کہ زیست اک نئ ، پھر قبر لے کے آئے گی

یہیں پہ آئیں گے طارق سبھی ، نہ آیا جو
اسے بھی لکھّی تو با الجبر لے کے آئے گی

دل سے توحید کے اقرار کی خوشبو آئی
ہر بتِ شرک سے انکار کی خوشبو آئی

بات جس نے بھی سنی میری کہا اتنا ہی
گفتگو سے ترے افکار کی خوشبو آئی

منہ کی باتوں سے تو قائل نہیں ہوتا کوئی
لوگ مانیں گے جو کردار کی خوشبو آئی

تُو جو اعمال کو بدلے تو کوئی بات بنے
تجھ سے گو علم کے انوار کی خوشبو آئی

کب بھلا روک سکے پاؤں ، چلے آئے ہم
جب کہیں بھی گل و گلزار کی خوشبو آئی

اپنی پہچان کرا دیتا ہے وہ پل بھر میں
جس کے اَخلاق سے اَقدار کی خوشبو آئی

لوگ آئیں گے ترے پاس ، اسی وقت اگر
ان کو سلجھے ہوئے اطوار کی خوشبو آئی

جو قریب آیا ، چلا آیا اسی گلشن میں
اس کو جیسے یہاں ، *ازہار کی خوشبو آئی

*ازہار: پھول،کلیاں

چاک سے دور ، رفو گر تو نہیں جا سکتا
دور مجھ سے مرا دلبر تو نہیں جا سکتا

اے خدا میری خطائیں مری تقدیر میں تھیں
میں ترے حکم سے باہَر تو نہیں جا سکتا

ہاتھ اٹھائے ہیں ترے در پہ جو آ کے تو بتا
ہاتھ خالی لئے مضطر تو نہیں جا سکتا

چاہتا ہوں تجھے مانگوں ، تو تجھے مانگنے کو
میں کسی اور کے در پر تو نہیں جا سکتا

وہ جو کہتا ہے مجھے ، کہتا جو ہوں ، دل میں نہیں
چیر کے دل کوئی اندر تو نہیں جا سکتا

علم کے تُو نے خزانے جو کئے ہیں تقسیم
چھوڑ کر کوئی یہ گوہر تو نہیں جا سکتا

ناؤ ڈوبے گی تو اترے گی اسی کے من میں
ناؤ سے دور سمندر تو نہیں جا سکتا

میں نے دیکھا ہے اسے آتے مدد کو طارق
دور آنکھوں سے وہ منظر تو نہیں جا سکتا

وصل کی آرزو لئے چہرے
گھر سے نکلے ، کھِلے کھِلے چہرے

نورِ عرفاں سے جو ہوئے روشن
ٹمٹمائے ، نہ پھر بجھے چہرے

گرم جذبوں نے ، سرد راتوں میں
زرد ان کے نہیں کئے چہرے

آس رکھتے ہیں وہ جو ملنے کی
وہ دکھائی دیئے ، سجے چہرے

وصل سے ہو گئے منوّر جو
مسکراتے ہیں ، سوچتے چہرے

تیز جب بھی چلے مسافر پھر
گرد آلود کچھ ہوئے چہرے

ہم جو ان کے قریب جا بیٹھے
ان کے فوراً بدل گئے چہرے

آنکھ کھولیں تو پھر نظر آئیں
منتظر لوگ ، ملگجے چہرے

کاش بدلیں وہ زندگی طارق
ہوں گے اک دن عیاں چھپے چہرے

یہ راحتیں مسرّتیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں
اگرچہ دائمی لگیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

یہ عالیشان مرتبہ یہ گاڑیوں کا کارواں
ہمیشہ کب رواں رہیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

دِکھاوے کی ہیں چاہتیں ، ضرورتوں کی دوستی
کبھی بنیں گی حسرتیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

یہ مرتبت یہ عزّ و جاہ جو ملا ہے چار دن
سبھی ہیں یہ امانتیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

یہ صحت اور سلامتی ، عطا ہوئی ہیں اب تلک
مگر سدا کہاں رہیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

چبا رہے ہیں دانت جو ، دکھا رہی ہے آنکھ جو
ہمیشہ کب یہ نعمتیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

نظر یہ سب جو آئیں تو یہ سوچتے رہا کریں
کہ اس کا شکر تو کریں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

ازل سے ذات ایک ہے ، رہے گی بس وہی سدا
خدا کے سامنے جھکیں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

ہے طارق عارضی سفر ، جو چل پڑے پہنچ گئے
یہاں قیام کب کریں ، جو آج ہیں تو کل نہیں

فریب خوردہ ہو تم یا کہ ، حق شناس نہیں
ہوئے ہو دشمنِ جاں ، دوستی کا پاس نہیں

کسی نے دل میں عداوت جو ڈال دی ہو گی
گلہ ہے ہم سے ، تمہارے بنا ، اداس نہیں

جو نور اُترا فلک سے ہمارے سینے میں
ہمارے چہرے پہ کیا اس کا انعکاس نہیں؟

جو دکھ میں روئے ہو تم ساتھ ہم تمہارے تھے
تمہیں ہمارا تبسّم بھی اب تو راس نہیں

تمہارے دُکھ سے ہمارے دلوں کو دکھ پہنچے
ہمارا تم سے تعلّق کہو کہ خاص نہیں

تمہارے دکھ میں ہوئے مبتلا یہی غم ہے
ہماری اور تو کوئی بھی وجہِ یاس نہیں

تم اس مقام پہ پہنچے ہو کر کے بد ظنّی
ہمیں تو لوٹنے کی اب تمہارے آس نہیں

نہ سن سکو ، نہ ہی بولو نہ دیکھ پاؤ تم
تمہارے کام کے باقی رہے حواس نہیں

ہے اُس کے ساتھ خدا اور ہم ہیں ساتھ اس کے
اسی لئے تو ہمیں خوف یا ہراس نہیں

خدا نے ہم کو ہدایت پہ کر دیا قائم
ہمیں یقین ہے طارق ، فقط ، قیاس نہیں

کوئی سپنوں میں آنے لگ گیا ہے
مری نیندیں چرانے لگ گیا ہے

ہوا ہوں جب میں اس سے آشنا سن
مزہ جینے میں آنے لگ گیا ہے

نظر آیا ہے جب سے اس کا جلوہ
مرا دل بھی ٹھکانے لگ گیا ہے

یہ اس نے بات کیا کر لی ہے مجھ سے
مرا من گنگنانے لگ گیا ہے

میں اپنے دل کی اس کو کیا بتاتا
مری وہ خود بتانے لگ گیا ہے

اکیلے میں جو یاد آ جائے اس کی
وہ چپکے سے ہنسانے لگ گیا ہے

یقیں میری محبّت کا ہے اس کو
تبھی تو آزمانے لگ گیا ہے

تعلّق اُس سے طارق کا ہوا ہے
تو دل اب مُسکرانے لگ گیا ہے

❀ ❀ ❀

دروازہ اس کا تھوڑا سا وا چاہئے مجھے
چوکھٹ پہ رکھ دوں سر وہ جگہ چاہئے مجھے

امّید لے کے آ گیا ہوں اس کے در پہ جب
ہو جو قبول اب وہ دعا چاہئے مجھے

اس کے بغیر جینے کا مشکل ہے سوچنا
اب زندگی نہ اس کے سوا چاہئے مجھے

بیمارِ دل کو آسرا بس چارہ گر کا ہے
اب جلد دردِ دل کی دوا چاہئے مجھے

وہ چارہ گر بنے تو ، کرائے علاج کون
کہتا ہے کون اس سے ، شفا چاہئے مجھے

عادت سی پڑ گئی ہے اب اونچی اڑان کی
اپنی طرف بلائے ، صدا چاہئے مجھے

مانا کہ مجھ سے جرم ہوئے ہوں گے بار بار
کب یہ کہا کہ ان کی سزا چاہیئے مجھے

طارق وہی تو ہے دلِ ویراں کا گلستاں
خوشبو ہو جس میں اس کی ، فضا چاہیئے مجھے

جو بہت سوچیں ، تردّد میں پڑا کرتے ہیں
سادہ ہوتے ہیں محبّت جو کیا کرتے ہیں

یاد آتا ہے مصوّر ، جو نظر آئے صنم
جن کا ہوتا ہے خدا ، یادِ خدا کرتے ہیں

آمد و رفت ہے جیون کی حبابوں کی طرح
دیکھتے دیکھتے بن کر جو مٹا کرتے ہیں

آتشِ عشق سدا رکھتے ہیں روشن دل میں
جو جلیں اس میں کہاں پھر وہ بجھا کرتے ہیں

وہ جو دیکھے تو نظر آتے ہیں بسمل کتنے
جب چلیں تیرِ نظر ، کب وہ خطا کرتے ہیں

زخمِ دل لے کے یہاں لوگ ہیں سارے آتے
وہ مسیحا ہیں تو زخموں کو سیا کرتے ہیں

جن کو شکوہ ہے زمانے سے ، زمانہ جانے
ہم نبھاتے ہیں اگر عہدِ وفا کرتے ہیں

اس کے دیوانوں میں شامل ہیں تو خوش ہیں طارق
ربّ کا اس بات پہ صد شکر ادا کرتے ہیں

گرچہ گنے نہیں گئے سود و زیاں میں ہم
تاہم رہے ہیں ابتدا سے کارواں میں ہم

طوفاں میں آ پڑے نہ کہیں بر سرِ زمیں
تنکے تو چن کے لائے تھے اس آشیاں میں ہم

جاں دے کے گرچہ اس کی حفاظت تو ہم نے کی
پر لوگ پوچھتے ہیں ، کب آئے مکاں میں ہم

پایا ہے اُس کو اپنی شہِ رگ سے بھی قریب
ڈھونڈا کیے تھے جس کو کبھی لا مکاں میں ہم

گزری جو ہم پہ عشق میں وہ جانتا تو ہے
پھر بھی کبھی بتائیں گے اپنی زباں میں ہم

سجدہ کریں جو فرش پہ ، پہنچے وہ عرش پر
وہ ہر طرف ہے ، دیکھیں کہاں آسماں میں ہم

قصّے نہ ہم سے پوچھئے ہجر و وصال کے
کھوئے ہوئے ہیں لذّتِ دردِ نہاں میں ہم

گلشن میں رنگ و بُو جو خبر دیں بہار کی
دیکھیں گے جشن کا بھی سماں بوستاں میں ہم

طارق وصالِ یار سے جب آشنا ہوئے
رہتے ہیں انبساطِ شبِ جاوداں میں ہم

ساقی مئے عرفان جو دیتا ہے پلا اب
مے خانے میں ہوتی ہے نماز اپنی ادا اب

جانا نہ ہمیں کوئی ، تو کیا خود کو چھپاتے
ہم نے بھی حرم جا کے سجا لی ہے قبا اب

مانگے جو قبول اس کی دعا ہوتی ہے اب بھی
بخشش جو نہ ہوتی تو کہاں ہوتی لقا اب

اک جلوۂ جاناں کی جھلک کا ہے اثر یہ
ہے دل میں محبّت کا ہوا حشر بپا اب

گو ہجر کے ایّام بہت تلخ تھے لیکن
شکوہ ہے کسے پایا جو محنت کا صلہ اب

گو راہِ وفا اتنی بھی آسان نہیں تھی
جو اس پہ چلے ان کو ملی رب کی رضا اب

طارق جسے اس یار کا دیدار ہوا ہے
چاہے وہ ملے سب کو کہ جو اس کو ملا اب

سفر کا شوق بھی ، منزل کی آرزو بھی ہے
ہو کیسے اس سے ملاقات ، جستجو بھی ہے

یقین رکھتے ہیں اس پر کہ بولتا ہے وہ
کبھی ہماری ہوئی اس سے گفتگو بھی ہے

جو آگئے ہیں جھجکتے نہیں ہیں پینے سے
ہے میکدہ تو یہاں جام اور سبو بھی ہے

کیا ہے پھر بھی بھروسہ ہمیشہ لوگوں پر
اگرچہ دوستوں میں ہی کہیں عدُو بھی ہے

کسے ہے فکر یہاں کون پاک دامن ہے
نماز پڑھنے کو آیا جو باوضو بھی ہے؟

نہ باز آئے گا شیطان چال چلنے سے
دلوں پہ اس کا اثر ہے ، وہ خوبرو بھی ہے

اگرچہ جیت بھی جائے وہ ہیرا پھیری سے
ہوا وہ اپنی نگاہوں میں سرخرو بھی ہے؟

کبھی نہ بھولنا ، دھوکہ دیا اگر طارق
ضمیر اپنا کبھی ہوتا روبرو بھی ہے

اداس سب ہمیں سرو و سمن نظر آئے
خزاں میں پیڑ برہنہ بدن نظر آئے

کسی کی یاد میں کھوئے تو پھر کہیں ہم کو
نہ رنگ و بُو سے شناسا چمن نظر آئے

کنول سفید جو دیکھے تھے جھیل میں ہم نے
ہمیں وہ پہنے ہوئے کیوں کفن نظر آئے

ہماری آنکھوں میں جب آنسوؤں کا ڈیرہ ہو
تو پھر چناب نہ گنگ و جمن نظر آئے

ہوا جو تلخ حقائق کا سامنا ہم کو
تو خواب جیسے نشہ ہو ہرن نظر آئے

مزاج بدلا چمن کا بھی گر تو کیا ہو گا
ہمیں بدلتا ہوا جب گگن نظر آئے

حسد سے دیکھ نہ پائے کوئی کسی کو خوش
ہر ایک بات میں ہم کو جلن نظر آئے

تلاش کر کے جو دیکھا تو کم ملا کوئی
ملن کی آرزو میں جو مگن نظر آئے

نگاہ ڈالتے ہیں شک کی ہر کسی پر لوگ
ہمیں تو کم ہی یہاں حُسنِ ظن نظر آئے

یقین ہی نہیں رکھتا جو وصل کا طارق
تو اس کا ہوتا ہوا کب مِلن نظر آئے

جب کسی نے کوئی بنائی بات
چار لوگوں کو وہ سُنائی بات

تاکہ پھیلائیں اس کو سوچے بنا
ان کو کس نے ہے یہ بتائی بات

سوچنے کی ہے بات یہ لیکن
کیا ہے اخلاق نے سکھائی بات

راز کی بات گر کرے کوئی
پھر امانت ہے یہ پرائی بات

سوچ لیجے گا بات کرتے ہوئے
کون روکے گا منہ پہ آئی بات

آدمی قول کا ہے سچا وہ
جس نے کر لی تو پھر نبھائی بات

فیصلہ آپ نے ہی کرنا ہے
جس نے بھی کی ہو ابتدائی بات

ٹوٹا رشتہ تو دیں گے وہ الزام
آپ ہی نے تو تھی چلائی بات

آگ سے تیز ، پھیل جاتی ہے
گرچہ بے پر کی ہو اڑائی بات

عیب کھولیں نہ آپ یہ کہہ کر
دیکھو ہم نے نہیں چھپائی بات

پردہ پوشی کسی کی رکھی گر
یہ خدا کو پسند آئی بات

ہے خموشی ہی بات سے بہتر
جو کراتی ہے جگ ہنسائی بات

خود بھی تحقیق کر لیا کیجے
یوں نہ مانیں سنی سنائی بات

زیست آساں ہو گر سمجھ لیں ہم
منہ سے نکلی ہوئی پرائی بات

اس سے انکار کون کرتا ہے
پوری ہو کر رہے خدائی بات

عقل اس کو کہیں گے کیا طارق
آپ اپنی ہی گر گنوائی بات

اندر کی بات ہے جو ، سمجھ پائیں گے وہ کیا؟
ٹھوکر اگر لگی ہے ، سنبھل جائیں گے وہ کیا؟

کرتے ہیں وہ رقیب سے جا کر شکایتیں
اب اس سے بڑھ کے اور ستم ڈھائیں گے وہ کیا

ترکش سے اپنے تیر چلاتے تو ٹھیک تھا
لشکر بھی ساتھ دشمنوں کا لائیں گے وہ کیا؟

دامن سمیٹ کر چلیں ، ہے راہ خاردار
اس پر چلے تو پاؤں پھر بچائیں گے وہ کیا

بھولا کہیں نہ اس کو جو لوٹ آئے شام کو
آخر تو اپنے گھر کو ہی لوٹ آئیں گے وہ کیا؟

پتّے شجر سے ٹوٹے نہیں ، آئیں آندھیاں
اب ان کو پھونک مار کے گرائیں گے وہ کیا

اپنے پرائے کی ہمیں پہچان ہو گئی
طارق کسی کو فائدہ پہنچائیں گے وہ کیا

سر پہ شفقت سے رکھا دستِ دُعا ، چاہا تھا
میں نے اک شخص کو اوروں سے سَوا چاہا تھا

راستہ ڈھونڈنا مشکل تھا ، وہ تاریکی تھی
روشنی کرنے کو بس ایک دیا چاہا تھا

سو گیا تھک کے اگر راہ میں چلتے چلتے
میں نے خوابوں میں بھی اس کا ہی پتہ چاہا تھا

جب نظر مجھ پہ ہوئی ، مل گیا مقصود مرا
اس کے ہونٹوں پہ تبسُّم ہی ذرا چاہا تھا

پیار کی ایک نظر میرے لئے کافی تھی
اس سے بڑھ کر تو نہیں کوئی نشہ چاہا تھا

اب اسی راہ پہ چلتے ہوئے منزل بھی ملے
اور کیا اس کے سِوا میں نے بھلا چاہا تھا

ساتھ دینے کا جو وعدہ تھا نبھایا ، اس نے
جس نے منصب اسے دینا ہی بڑا چاہا تھا

دینے والا تھا خدا جب ، تو اسی کو مانگا
طارق اس بات پہ نادم نہیں ، کیا چاہا تھا

دن جو گزرا ہے ترے بن ، مرا کیسے گزرا
پل کٹا جو بھی ہے گن گن ، مرا کیسے گزرا

ایک تو شام ہوئے ملنے مجھے آئے ہو
پھر یہ پوچھا بھی نہیں دن مرا کیسے گزرا

فیصلہ جانے کا کرتے ہوئے سوچا ہی نہیں
نوجوانی کا تھا جو سِن مرا کیسے گزرا

تُجھ سے مل کر بھی الگ رہنا پڑا تھا مجھ کو
وہ زمانہ بھی ترے بن ، مرا کیسے گزرا

وقت گزرا تری یادوں کے سہارے اکثر
دوستوں کے بنا لیکن ، مرا کیسے گزرا

وقت جو گزرا تری یاد سے غافِل میرا
اب بھی آتی ہے مجھے گھن ، مرا کیسے گزرا

تیرے بن ہم نے سفر جو بھی کیا ہے اب تک
ہو گیا کیسے یہ ممکن ، مرا کیسے گزرا

روز آ جاتے ہو جتلانے مجھے طارق تم
وقت جو مجھ سے گیا چھن ، مرا کیسے گزرا

گر زندگی کا چاہو کہ ، آساں سفر ملے
کوشش کرو کہ صحبتِ اہلِ نظر ملے

منزل کی اور ہی بڑھے جو بھی قدم اُٹھے
دنیا کا پیار راہ میں حائل بھی گر ملے

تم پر جو رات آئے شبِ قدر ہو وہی
جس پر نہ آئے رات پھر ایسی سحر ملے

آساں ہوں امتحان تمہارے لئے سبھی
خوشیوں کی ہی ملے تمہیں جو بھی خبر ملے

تم پر نہ دھوپ آئے چلو ایسی راہ پر
جس پر قدم قدم پہ تمہیں اک شجر ملے

تم کو نہ روک پائیں زمانے کی لذّتیں
جو ساتھ لے کے چل پڑے وہ ہم سفر ملے

قربان جائے وہ جو تمہاری وفاؤں پر
دل تم کرو فدا جو تمہاری نظر ملے

طارق کہیں پہ بیٹھیں کبھی مل کے دو گھڑی
اس کاروبارِ زندگی سے گر مفر ملے

اک سوزِ دروں ، دل کے سلگنے کے سبب ہے
یہ روگ لگا ، کس سے ؟ بچھڑنے کے سبب ہے

ہم کیسے رہیں زندہ جو اِس کو نہ سنبھالیں
یہ زندگی ہی دل کے دھڑکنے کے سبب ہے

اِس نیند کے بس خواب ہی دشمن نہیں ہوتے
بے خوابی بھی یادوں میں تڑپنے کے سبب ہے

یہ جسم گیا کعبے کے چکر تو لگانے
پر عشقِ بتاں ، دل کے مچلنے کے سبب ہے

رنگینیٔ گل ہی سے تو مدہوش نہیں ہم
کچھ نشّہ یہ کلیوں کے مہکنے کے سبب ہے

تاریکئ ماحول میں ہو جائے کھڑا وہ
چلتا بھی وہ بجلی کے چمکنے کے سبب ہے

کچّا ہے مکاں میرا تو افسردہ ہوا ہوں
نم آنکھ یہ بارش کے برسنے کے سبب ہے

طارق جو ملیں اس سے تو اندازہ ہو کچھ اور
طاقت تو وہی رسّی پکڑنے کے سبب ہے

یہاں پہ آئے تو دلچسپ یوں کہانی ہوئی
کہ ہوش ہی نہ رہا ، ختم زندگانی ہوئی

نظر پڑی جو کسی پر تو دل بھی وار آئے
پھر اس کی نذر ہماری ، بھری جوانی ہوئی

ہنوز چھوڑ نہ پائے شباب کی باتیں
"بدن پرانا ہوا روح کب پرانی ہوئی"

دکھائی دیتے ہیں جب لوگ اس جگہ مصروف
تو مُڑ کے دیکھنا تو پیار کی نشانی ہوئی

نہ دیکھ پائے ابھی تک تو یہ جہاں بھی ہم
کہ آگے چل دیئے بس یونہی آنی جانی ہوئی

یہاں جو آیا ہے آخر کو اس نے جانا ہے
کہاں کسی کی یہاں عمر جاودانی ہوئی

مسیحا ، جن کے لئے ہو گئے تھے ہم بیمار
وہ آئے پوچھنے ، اتنی تو مہربانی ہوئی

"کسی کی چشمِ فسوں ساز نے کیا جادو"
یونہی سُخن میں ہمارے ، نہیں روانی ہوئی

ہمیشہ ہم نے بھلا دوستوں کا چاہا تھا
نہ جانے کیوں انہیں پھر ہم سے بد گمانی ہوئی

خیال اُن کا نہیں آیا بے سبب طارق
سُنی ہے دل پہ جو دستک وہ ناگہانی ہوئی

ہم اگر بیٹھ کے دیکھیں اسے ، دیوار کے ساتھ
زندگی دوڑتی جائے بڑی رفتار کے ساتھ

وصل کی آس تھی ، سانسیں رہیں جاری ورنہ
کس نے جینا تھا ترے ہجر کے آزار کے ساتھ

ماہِ کنعاں کو جو دیکھا تو چلے آئے تھے سب
چل دیا چپکے سے لیکن وہ خریدار کے ساتھ

خوف ہے دل میں ، وہ بخشے گا یہ امّید بھی ہے
دیکھیں کیا کرتا ہے وہ مجھ سے گنہگار کے ساتھ

گفتگو اس نے جو کی تھی کبھی ، محفوظ تو ہے
روز آتا ہے مگر وہ نئے افکار کے ساتھ

تو جدھر گزرے مہک تیری فضا میں آئے
ہے معطر تِرا گھر بھی ترے کردار کے ساتھ

ہاتھ میں لے کے قلم ، ہم نے تو پیغام دیا
کس نے پھیلایا ہے اسلام کو تلوار کے ساتھ

صاف ، سیدھی ہو اگر بات وہی دل کو لگے
ورنہ طارق ہو اثر کب ترے اشعار کے ساتھ

تمہارے ساتھ جو گزری کسی بھی ساعت کو
کبھی بھلا نہیں پائے ہم اس سعادت کو

ملا نہیں تھا شجر اور کوئی رستے میں
تمہارے سائے نے آساں کیا مسافت کو

بچھڑنا جن کا قیامت تھا میرے دل کے لئے
یہ آسرا ہے ملیں گے انہیں قیامت کو

وہ ایک شخص دھڑکتا ہے ایسے سینوں میں
کہ نبض بن کے چلے خوں رگوں میں طاعت کو

حسیں ہے ایسا نظر جب پڑے ٹھہر جائے
ہمیشہ آنکھیں رہیں منتظر زیارت کو

وہ ساتھ ہو تو کہاں اور کوئی یاد آئے
رہے جو پاس ، کرے یاد پھر رفاقت کو

عجیب لوگ ہیں اُس امن کے پیمبر سے
بہانہ کر کے بڑھے جاتے ہیں عداوت کو

عیاں جو ہو گی حقیقت ، دکھائی دے گا سچ
کہاں پہ جا کے چھپائیں گے پھر ندامت کو

جو لوگ خود کو بدلتے نہیں کبھی طارق
خدا بھی ان کی بدلتا نہیں ہے حالت کو

پونچھے ہے قتل کر کے ، مری ہی قبا سے ہاتھ
کہہ کر یہ دیکھو ، میں نے سجائے حنا سے ہاتھ

چلنا تھا ساتھ میرے ، ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے
اب مجھ سے وہ چھڑائے کِس کِس ادا سے ہاتھ

مجبور کر رہی ہے اُسے گردشِ زماں
یا اُس نے ہے ملایا ، فرمانروا سے ہاتھ

حیرت ہوئی ہے مجھ کو یہ دیکھ کر یہاں
کس نے پکڑ لیا ہے کس کا ریا سے ہاتھ

ہم نے وفا کا وعدہ کیا ہے ، نبھائیں گے
روکا نہیں کسی نے گرچہ جفا سے ہاتھ

ہم تھے مریضِ عشق ، دوا کیسے مانگتے
کھینچا نہیں ہے مانا ، اپنا دعا سے ہاتھ

طوفان میں بھی جب ہے تھامے عَلَم رکھا
ڈھیلے پڑیں گے کیسے ہمارے ، ہوا سے ہاتھ

حیرت سے دیکھتے ہو ، قربانیاں تمام
تم بھی ملا کے دیکھو اہلِ وفا سے ہاتھ

موسیٰ نے معجزہ جو طارق دکھا دیا
چھوٹا نہیں ہے اب تک ، اپنا عصا سے ہاتھ

اپنی ظاہر جو وہ اوقات کئے جاتے ہیں
جھوٹ ہر بات سبھی سات کئے جاتے ہیں

بات کرنے کا مجھے موقع وہ دیتے ہی نہیں
پر کٹھن میرے وہ ، حالات کئے جاتے ہیں

جب بگاڑا ہی نہیں میں نے کسی کا کچھ تو
اس طرح مجھ سے وہ کیوں ہات کئے جاتے ہیں

سر پہ چڑھ آیا ہے سورج تو مگر اب بھی وہ
بند آنکھوں سے یونہی رات کئے جاتے ہیں

بات کہنے کی نہیں یوں تو کوئی ان کے پاس
زعم میں اپنے مجھے مات کئے جاتے ہیں

وہ بیاں دیتے حقائق کے مخالف ہیں ، پر
شامِل اس میں بھی خرافات کئے جاتے ہیں

کوئی تفتیش بغیر ان کے تو ہوتی ہی نہیں
اب تو قبضے میں سب آلات کیے جاتے ہیں

دور رہ کر بھی بنے رہتے ہیں جو ڈھال مری
دور مجھ سے سبھی آفات کئے جاتے ہیں

پوچھتا جن کو نہیں کوئی بھی ، اب ٹی وی پر
طارق! اظہارِ خیالات کئے جاتے ہیں

زلف اس کی دراز ہوتی ہے
شب ہماری گداز ہوتی ہے

زخم جب بھی لگے ہیں کانٹوں سے
فصلِ گُل چارہ ساز ہوتی ہے

سجدۂ عشق عرش پر پہنچے
تب ہماری نماز ہوتی ہے

جب حرم سامنے ہو سجدے میں
ہر زمیں پھر حجاز ہوتی ہے

جو عبادت قبول ہو جائے
باعثِ فخر و ناز ہوتی ہے

نغمگی گفتگو میں ہے ایسی
اس کی آواز ساز ہوتی ہے

اس سے ملنے کا بار بار اکثر
بس محبّت جواز ہوتی ہے

جب ملاقات تخلیے میں ہو
بات جو بھی ہو ، راز ہوتی ہے

جو بھی ملنا ہے مل کے رہتا ہے
کب کوئی ساز باز ہوتی ہے

ساتھ میرے کھڑا ہو وہ جب بھی
میری قامت فراز ہوتی ہے

میری یادوں میں وہ نہ ہو طارق
وہ گھڑی شاز شاز ہوتی ہے

تنہائی میں آکر وہ رلایا نہیں کرتے
اب ان کے خیالات ستایا نہیں کرتے

اُڑ جائیں پرندے جو نشیمن سے ، سحر کو
ہر شام تو گھر لوٹ کے آیا نہیں کرتے

ان دل کے خزانوں کو رکھو تالے لگا کے
موتی ، سرِ مژگاں ، تو لُٹایا نہیں کرتے

وہ تیر نگاہوں سے چلاتا ہے ستم گر
شمشیر مقابل پہ چلایا نہیں کرتے

ہم چشمِ تصوّر میں انہیں دیکھتے جائیں
آ جائیں تو کچھ دیر وہ جایا نہیں کرتے

شکوہ ہے جنہیں ہم سے ، وفادار نہیں ہیں
وہ اپنی کہانی تو سنایا نہیں کرتے

سیکھا ہے محبّت میں فنا ہونا اسی سے
اندیشۂ جاں اپنا بتایا نہیں کرتے

طارق کو محبّت نے بنایا نہیں بزدل
جاں دے کے مگر شور مچایا نہیں کرتے

جو ملا اس سے دل لگی کر لی
کیا قناعت سے عاشقی کر لی !

فصلِ گل کو چُرا لیا تم نے
ہم نے کانٹوں سے دوستی کر لی

جب نہ بارش ہوئی تو صحرا میں
گل نے ، شبنم سے ہی نمی کر لی

دکھ دیئے جب ہمارے اپنوں نے
ساتھ غیروں کے بھی خوشی کر لی

تھا کڑا وقت ہم پہ جب ہم سے
دوستوں نے بھی دشمنی کر لی

کب کسی اور در پہ جھکنا تھا
جب خدا ہی کی بندگی کر لی

اپنی برداشت کو فزوں کر کے
ہم نے قابو میں خود سری کر لی

اب بھی ہم سے گلہ ہے جانے کیوں
سب سے جب صلح ، آشتی کر لی

حوصلہ جب تھا آگے بڑھنے کا
پھر کہاں ہم نے واپسی کر لی

شورِ محشر مچا کے رکھ دیتے
لب سیئے ہم نے ، خامُشی کر لی

فخر، کبر و غرور دیکھا جب
سامنے اس کے عاجزی کر لی

بوکھلاہٹ جو دیکھی چہرے پر
ضبط ہم نے بھی پھر ہنسی کر لی

دیکھ کر اُن اداس آنکھوں میں
ہم نے محسوس بے بسی کر لی

ہم پہ الزام دو ، تو کیا تم نے
کر کے تحقیق ، آگہی کر لی؟

جیسا اس نے کہا کیا ہم نے
اس طرح ہم نے زندگی کر لی

طارق اتنا شعور باقی ہے
جو سنی ہم نے ان سنی کر لی

حرص غالب آ گئی انسان شیطاں ہو گئے
بھول کر انسانیت ، دست و گریباں ہو گئے

امتحاں ہوتے ہیں جذبے بھی کبھی اخلاق کا
قہر میں دیکھا ہے انسانوں کو حیواں ہو گئے

جاں پہ بن آئی تو جائز ہو گیا مردار بھی
بھوک کی شدّت سے جب انساں ، پریشاں ہو گئے

گو عموماً جھوٹ سے پرہیز ہی کرتے ہیں لوگ
سچ کی خاطر ہیں مگر کتنے جو قرباں ہو گئے

سچ نہ بولا گر ندامت کی اسے سمجھیں نہ بات
جھوٹ گر بولا تو کیا اس پر پشیماں ہو گئے ؟

گر نہیں لالچ کوئی ، کچھ ڈر نہیں نقصان کا
جب کہا ایسے میں سچ ، سمجھے کہ احساں ہو گئے

کر کے نیکی دیکھ لو خود اس کی ملتی ہے جزا
کیا نہ چہرے جو پریشاں تھے درخشاں ہو گئے

شہر ہو جاتے ہیں ویرانے ، محبّت کے بنا
جو گل و بلبل کی رونق سے گلستاں ہو گئے

کہکشاؤں سے پرے جاتی ہے ان کی روشنی
جو شبِ تاریک میں شمعِ فروزاں ہو گئے

مطمئن طارق وہی ہوتا ہے جو یہ سوچ لے
ہو گئی رب کی رضا حاصل تو شاداں ہو گئے

❁ ❁ ❁

آنکھوں میں محبّت جو دکھائی نہیں دیتی
دولت تو فقط ، دل کو رسائی نہیں دیتی

آواز کسی کو جو دیئے جائیں شب و روز
ہو پیار نہ اُس میں تو ، سنائی نہیں دیتی

مشکل ہے سفر ، راہ میں پتھر بھی بہت ہیں
پر راہ تری ، آبلہ پائی نہیں دیتی

ہم تجھ سے تعلّق تو نبھائیں گے مگر کیا
الزام ہمیں تیری خدائی نہیں دیتی ؟

کیا وقت کے مرہم نے کِیا ہم پہ اثر ہے؟
وہ درد تو اب ، تیری جُدائی نہیں دیتی

ہم کیسے فقیروں کی طرح خاک نشیں ہوں
گر قُرب تمہارا ہی ، گدائی نہیں دیتی

خود اِس کی محبّت میں گرفتار ہوئے ہیں
کیسے یہ کہیں زلف ، رہائی نہیں دیتی

اک بار نظر آئے تو ہم آنکھیں بچھائیں
مل جائے وہ ، ترکیب سجھائی نہیں دیتی

طارق تِرے لہجے میں جو گرمی ہے یہ آئی
سُن ! زیب تجھے تلخ نوائی نہیں دیتی

شمار اپنا بھی اب ہونے لگا ہے خستہ حالوں میں
ملا کرتے تھے جو ہر روز ، اب ملتے ہیں سالوں میں

ہمارے پیار نے اس کو جواں رکھا ہمیشہ ہی
نظر آئی نہیں چاندی ہمیں تو اس کے بالوں میں

بُھلائی جا نہیں سکتی کبھی اس لمس کی گرمی
کسی نے جب مرے ماتھے کو چوما تھا خیالوں میں

یونہی تو وہ نہیں مرتے ، سبب کوئی ہوا ہو گا
سمجھ بیٹھے ہیں شاید وہ ہمیں بھی خوش جمالوں میں

کوئی چابی نہیں درکار ہوتی جاننے کو سچ
عیاں ہو گی حقیقت رکھ بھی دو گر بند تالوں میں

قریب آئے جو منزل تب سواری تیز چلتی ہے
ہمیں تیزی نظر آتی ہے اب دشمن کی چالوں میں

نہ جانے اس طرف وہ سوچ کر آگے بڑھے تھے کیا
سمجھ بیٹھے تھے وہ شاید ہمیں بھی تر نوالوں میں

الگ ہم کچھ نہیں کہتے وہی جو کہہ چکے پہلے
کبھی دیکھو نظر آئے گا ماضی کے حوالوں میں

یقیں تم کو ہماری بات پر اب تک نہیں آیا
الجھتے جا رہے ہو اور ہی اپنے سوالوں میں

تعصّب کا اگر پردہ ہٹا کر سوچ لے کوئی
اندھیروں سے نکل کر جلد آ جائے اجالوں میں

ہمیں طارق غرض اتنی ہے سچ کو پیش ہم کر دیں
کسی کو گر سمجھ آ جائے ، ہم ہوں گے نہالوں میں

اب تو ایسا کوئی قانون بنایا جائے
سچ کہے جو بھی اسے سولی چڑھایا جائے

سوچ کر یہ ترے عشّاق گرفتار ہوئے
اپنے سینے پہ تِرا نام کڑھایا جائے

اب تو سورج بھی سوا نیزے پہ آ پہنچا ہے
اب تو سوئے ہوئے لوگوں کو جگایا جائے

ہیں کہاں میرے وفادار ، صدا آتی ہے
عہد جو باندھ کے بیٹھے ہیں نبھایا جائے

وقت پر پانی جو برسایا گیا ہے پھر سے
وہ تو ہر پیاسے کو جی بھر کے پلایا جائے

آ گیا ہے کوئی گلشن کی حفاظت کے لئے
سُرخ پھولوں سے ہر اک رہ کو سجایا جائے

صُور پھونکا ہے کسی نے تو قیامت آئی
کھول کر کان یہ بہروں کو سنایا جائے

شادیانے تو خبر دیتے ہیں اب منزل کی
جانے کون اترے کسے آگے چلایا جائے

دیر تک ہم سے وہ ناراض نہیں رہ سکتے
اب تو روٹھے ہوئے لوگوں کو منایا جائے

آزمائش کی گھڑی جب بھی کبھی آئی ہے
کون تیّار ہوا ، ہم کو بتایا جائے

طارق آیا ہے جو سچ سامنے واضح ہو کر
جھوٹ کو کر کے برہنہ بھی دکھایا جائے

حالات خود بھی تو ذرا اپنے سنبھالئے
ہیں آج کے جو مسئلے ، کل پر نہ ٹالئے

نکلے ہیں آسماں پہ ، زمیں کی حدود سے
تہہ میں سمندروں کے بھی پاؤں جما لئے

احساس کچھ ایسا ہوا آکر ہمیں یہاں
جیسے کسی نے سوچ پر ، پہرے بٹھا لئے

کہتے ہیں ، جو بھی کہہ چکے اب تک ، تو ہے معاف
آگے نہ ایک لفظ بھی منہ سے نکالئے

نفرت کی آندھیوں میں ہوئے گُل سبھی چراغ
ہم نے محبّتوں کے دئے پر ، جلا لئے

جس جس نے ہم سے کی تھی بھلائی جہان میں
جنّت میں کیا انہوں نے ، نہیں گھر بنا لئے ؟

کہتے ہیں رہ گئے تھے جو کرنے سے کچھ گناہ
وہ نیکیاں ، تو کھاتے ہمارے ، میں ڈالئے

طارق نہ دیکھ پائے ، بصیرت جنہیں نہ تھی
ہم نے خزانے علم کے بے شک ہیں پا لئے

جہاں آپس میں ٹکراتا ہوا محسوس ہوتا ہے
تباہی اک بڑی لاتا ہوا محسوس ہوتا ہے

عصا رکھا تھا موسٰی نے کہ سانپوں کو نگل جائے
مگر مجمع ہے ، گھبراتا ہوا محسوس ہوتا ہے

کیا مصلوب ، جھوٹا کہہ کے ، دنیا نے ، مسیحا کو
فلک پر کیوں وہ پھر جاتا ہوا محسوس ہوتا ہے

مقابل پر بلایا اس نے دعوت دے کے دشمن کو
کوئی کم سامنے آتا ہوا محسوس ہوتا ہے

صداقت کے دلائل پیش کر بیٹھے ہیں ایواں میں
حقائق کو وہ جھٹلاتا ہوا محسوس ہوتا ہے

خزائن جو کئے ہیں پیش اب آ کر مسیحا نے
زمانہ ان کو ٹھکراتا ہوا محسوس ہوتا ہے

کتاب اس کی ہو بات اس کی یا کوئی ہو خطاب اس کا
کئی آنکھوں کو چھلکاتا ہوا محسوس ہوتا ہے

ہوئی ہو آبیاری جس کی خود مولٰی کے ہاتھوں سے
کہاں پودا وہ مرجھاتا ہوا محسوس ہوتا ہے

غلاموں کی عقیدت دیکھ کر آقا سے ، حیراں ہیں
سر اپنا ان کو چکراتا ہوا محسوس ہوتا ہے

اسی کے ذکر سے سجتی ہیں طارق میری سب غزلیں
جسے دیکھو وہی گاتا ہوا مھسوس ہوتا ہے

پہنچ رہا ہے وہ چلتی ہوئی ہوا پہ مجھے
دیا گیا تھا جو پیغام اک حرا پہ مجھے

فرشتہ ہوتا میں اس کی جو سن لیا کرتا
ضمیر ٹوکتا رہتا ہے ہر خطا پہ مجھے

سلوک پیار کا ایسا کیا ہے مت پوچھو
کہ دل نے خود کہا اس کے لئے دعا پہ مجھے

سبق پڑھا ہے محبّت کا جس نے بچپن سے
یقیں ہمیشہ رہا اس کی ہی وفا پہ مجھے

سوال گل نے کِیا کیوں نہیں یہ گل چیں سے
جدائی کی یہ سزا دی ہے کس خطا پہ مجھے

ہمیشہ میری مدد کو تو اک وہی پہنچا
یقین کس نے دلایا مرے خدا پہ مجھے

کبھی کبھی وہ مرا پیار آزماتا ہے
ہمیشہ ناز رہا اس کی اس ادا پہ مجھے

کھلا ہے اُس کا خزانہ جو مانگ پاتا نہیں
تو کوستا ہے مرا دل بھی اس حیا پہ مجھے

ہے طارق آج وہی بادشہ دلوں کا بھی
بھروسہ ایک اسی کی رہا عطا پہ مجھے

❀❀❀

کہیں بزرگ جو باتیں ، سنبھالتے رہنا
عمل کے سانچے میں پھر ان کو ڈھالتے رہنا

یہ آفتاب ہمیں کہہ گیا تھا جاتے ہوئے
کہ رات چاند سے گھر کو اجالتے رہنا

کمند ڈال کے تحقیق کی فصیلوں پر
جہانِ تازہ کو حیرت میں ڈالتے رہنا

نہ آئے دھڑکنوں میں دل کی ، سست رفتاری
رگوں میں جوش کی لہریں اچھالتے رہنا

زمین اپنی پہ محنت کرو تو دیکھو گے
کہ اس کا کام ہے سونا اُگالتے رہنا

جواب دینا اسے جو تمہیں سوال کرے
کوئی جو چاہے جھگڑنا تو ٹالتے رہنا

یہ جان کر بھی کہ ہوتا ہے لادوا یہ مرَض
یہ روگِ عشق ، ہمیشہ ہی پالتے رہنا

ملے جو تحفہ کرو شکر سے قبول اس کو
نہ اس میں نقص کوئی تم نکالتے رہنا

صلیب چڑھتے مسیحا بھی ہیں یہاں طارق
غضب میں سینہ نہ اپنا اُبالتے رہنا

کھڑے کھڑے یہ کس طرح کی واردات ہو گئی
کچھ ایسے پھر سحر ہوئی کہ ختم رات ہو گئی

ابھی تھے ہم شباب میں کہ تم ملے تھے خواب میں
تم آئے اس طرح کہ شب، شبِ برات ہو گئی

پتہ چلا وجود کا تمہارے ، اس طرح ہمیں
کہ حمد میں تمہاری محو ، کائنات ہو گئی

وہ کیا گھڑی تھی جو تمہارے قُرب میں گزر گئی
تمہارے نام اس کے بعد ، تو حیات ہو گئی

جو غور کائنات پر کیا تو ہم نے یوں لکھا
قلم کے ساتھ ختم پھر ، مگر دوات ہو گئی

تِرا مقام عرش پر ، زمیں پہ ہے مری جگہ
فلک کی خاک پر ، نگاہِ التفات ہو گئی

نماز میں سبھی کھڑے تھے ایک صف میں پھر بھلا
یہ کیا ہوا کہ درمیاں میں ذات پات ہو گئی

ہے طارق اب یہی دعا ، کہ ہو معاف ہر خطا
کہے مجھے کوئی کہ آ ، تری نجات ہو گئی

❀ ❀ ❀

بہار آئے گی ، گلشن کے رنگ بدلیں گے
لباس ، پیڑ بھی ، پھولوں کے سنگ بدلیں گے

مہک اُٹھے گی ، فضا غنچوں کے چٹکنے سے
پرندے گیتوں کی اپنے ، ترنگ بدلیں گے

زمیں کے کیڑے نکل آئے ہیں پناہوں سے
کھلی فضا میں نکل کر سرنگ بدلیں گے

وبائیں یاد دلاتی ہیں موت کے چہرے
بچے ، تو زندگی کے رنگ ڈھنگ بدلیں گے

قریب ہے کہ اُٹھیں سُرخ ، جنگ کے شعلے
عَلَم سفید ہی ، تیر و تفنگ بدلیں گے

زمانہ یُسر کا آتا ہے عُسر ہی کے بعد
ہیں لوگ وہ بھی کہ جب ہو گی جنگ بدلیں گے

تجھے جو دیکھ کے ہیں مر مٹے دل و جاں سے
پڑے ہیں در پہ کہاں ہم ملنگ بدلیں گے

یہاں بھی آ کے زباں اپنی بولتے ہیں ہم
یقین ہے کہ زبانِ فرنگ بدلیں گے

تمہارے گیت پیمبر ہیں دن بدلنے کے
دلوں میں نغمے یہ طارق ، امنگ بدلیں گے

آواز آ رہی ہے سنو آسمان سے
کچھ غور تو کرو ذرا اس پر دھیان سے

پہنچے ہو تم دہانے پہ جنگِ عظیم کے
اندازہ آگ کا تو ہو اُٹھتے دُخان سے

ہم نے تو وہ کہا جو کتابوں میں ہے لکھا
تم ہم سے کیوں ہوئے ہو بھلا ، بد گمان سے

تم لوٹ آؤ رب کی طرف ہے وہی پناہ
سنتے ہو بار بار ، کسی کی زبان سے

سوئے ہو غفلتوں کی تم ردائیں اوڑھ کر
اُٹھے نہ اب تو پھر اُٹھو گے کس اذان سے

" کہتی ہے تم کو خلقِ خدا غائبانہ کیا "
واپس نہ آئیں تیر چلیں جو کمان سے

دنیا کی حرص میں ہوئے دیوانہ تم ہو کیا
کب تک رکھو گے واسطہ خالی مکان سے

تنہائیاں بنیں گی مقدّر ، جو بچ گئے
طارق تمہاری کیا ہے مراد اس بیان سے

۞

ہر ایک ہماری جو روایت ہے پرانی
رگ رگ میں ہوئی اب تو سرایت ہے ، پرانی

ہم مل نہ سکے ان کو گلے جب ، ہوئے مایوس
امید تھی ان کو یہ ہدایت ہے پرانی

ہم پر تو کوئی خاص عنایت کی نظر ہے
ہر روز جو ہوتی ہے ، شکایت ہے پرانی

ہم نے جو بیاں کر دی ، حکایت تو ہے شکوہ
کہتے ہیں جو کی بات ، نہایت ہے پرانی

لفظوں کے چناؤ کی فقط بات نہیں ہے
بولیں بھی تو لفظوں کی کفایت ہے ، پرانی

کہنے کو حسد ان کو بھلا کاہے کو ہو گا
حاصل ہے جو ان کو وہ حمایت ہے پرانی

اس دور میں رشتہ یہ محبّت کا بڑھا ہے
ہر چند ملی ہم کو ، ولایت ہے پرانی

طارق جو سمجھ پایا وہ مضمون نیا ہے
توحید کی اتری ہے جو آیت ہے پرانی

وہ جو عرفان کے چشمے سے پلاتا ہے مجھے
روز قدرت کا نیا جلوہ دکھاتا ہے مجھے

یوں تو دیدار نصیبوں سے ہوا کرتا ہے
وہ قریب آنے کا مژدہ بھی سناتا ہے ، مجھے

حسن سے اس کے تو شرماتے ہیں مہتاب و گلاب
پھر یہ کیوں کہتے ہو دیوانہ بناتا ہے مجھے

اس سے ملنے کی تمنّا مجھے بیتاب رکھے
آ کے خوابوں میں مرے کون جگاتا ہے مجھے

کس کی یادوں میں گزرتا ہے مرا دن یارو
رات کے پچھلے پہر بھی وہ اٹھاتا ہے مجھے

جب کہیں کوئی حسیں مجھ کو نظر آ جائے
اک فقط وہ ہے کہ یاد آ کے ستاتا ہے مجھے

اس کی رنگینئ لب دیکھ کے ہے یاد آیا
خندہ گل اپنی طرف کیوں لئے جاتا ہے مجھے

دل کا شاگرد ہوا ، پہنچا کہاں ہوں طارق
کیا سبق خاص یہ استاد پڑھاتا ہے مجھے

وارا جو دل کسی پہ ، تو ہارا نہیں اُسے
کیا ہم نے رکھا جان سے ، پیارا نہیں اسے ؟

اس پر جو ہے بھروسہ کسی اور پر نہیں
ہم نے بھی بے سبب تو پکارا نہیں اُسے

لاکھوں ہی جاں نثار پڑے اس کے در پہ ہیں
اک ہم سے دوستی کا سہارا نہیں اُسے

اک بحرِ بیکراں ہے محبّت کا چار سُو
ساحل ، سمندروں کا ، کنارا نہیں اُسے

وعدہ کیا تھا اس سے ، نبھائیں گے ساتھ ہم
سو ہم میں چھوڑنے کا تو یارا نہیں ، اُسے

دعوٰی تھا ، ہے اسی کی امانت یہ جان و مال
پر دے دیا تو سارے کا سارا نہیں اسے

ہیں بد نصیب ، پردے پڑے جن کی آنکھ پر
جھٹلا رہے ہیں کہہ کے ، ہمارا نہیں ، اُسے

طارق دعا میں یاد وہ رہتا ہے ہر نفَس
بھولا تو کوئی ہجر کا مارا نہیں اسے

آ کے مہمان ہوئے ، گھر پہ تِرے بیٹھے ہیں
ایسے لگتا ہے کہ دن اپنے پھرے ، بیٹھے ہیں

آ گئے چھوڑ کے دنیا کے تماشے ، دیکھا
سارے عالم سے ہی کچھ دن سے پھرے بیٹھے ہیں

پھر ہوئی پوری تمنّا ، ترے گھر آئے ہیں
تیری دہلیز پہ سر رکھے گرے بیٹھے ہیں

کھینچ لائی ہے انہیں پیار بھری تیری نظر
تیرے بندے جو یہاں در پہ ترے بیٹھے ہیں

دل نہیں قابو دھڑکتا ہے تو رُک جاتا ہے
اشک پلکوں سے جو پل پل ہیں گرے ، بیٹھے ہیں

تُو ہے بس ایک یہاں ، لاکھ ہیں پروانے ترے
ہم ترے پاس بھی لوگوں سے گھِرے بیٹھے ہیں

بھیج اب ہاتھ پکڑنے کو فرشتے اپنے
ہم یہاں آ کے بھی رستے کے سرے بیٹھے ہیں

تیری آغوش کی گرمی میں سکوں پایا ہے
ورنہ لگتا تھا کہ جذبات ، ٹھِرے بیٹھے ہیں

بخش دے میرے خدا سارے گنہ امّت کے
چھوڑ کر تُجھ کو کہیں اور ِگرے بیٹھے ہیں

آ کے کعبے میں بھی طارق نہ ہوئی گر بخشش
پھر عدو ہنسنے کو رستے میں مرے بیٹھے ہیں

رونق ہے جو مکّہ کی تو اللہ کے گھر سے
تعمیر کرایا تھا جسے ، اُس نے بشر سے

توحید کی بنیاد کا مظہر یہ بنا ہے
دنیا کی قیادت ہو ، مقدّر تھا، ادھر سے

چھوڑا تھا براہیم نے فرزند یہاں پر
زمزم ہے جہاں ، ماں کی دعاؤں کے اثر سے

پھر وقت وہ آیا کہ مفاسد کی پڑی رات
جب کان شناسا نہ رہے ، اچھی خبر سے

ایسے میں وہ ہادی لئے تعلیم جو آیا
بت اُس نے نکالے سبھی اللہ کے گھر سے

پھر چھٹ گئی تاریکی ، ہوئے دور اندھیرے
ہر سمت اُجالا ہوا اُس نُورِ سحر سے

سچائی کی تعلیم نے بدلا جو دلوں کو
محفوظ ہوئے لوگ وہ باطل کے شرر سے

کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ فتنوں نے جگہ لی
جابر جو حکومت تھی تو انصاف کو ترسے

اب فرقوں میں تقسیم ہوئے ہیں جو مسلماں
کھایا تھا ثمر سب نے اسی ایک شجر سے

امّت پہ خدا نے جو کیا رحم دوبارہ
ہوں گے یہ اکٹھے تو وہ مہدی کے اثر سے

گلیوں کو قدم بوسی کا اعزاز ملا ہے
آیا ہوں یہاں ، آنکھ سے برسات ہے برسے

"ہر راہ کو دیکھا ہے محبّت کی نظر سے
شاید کہ وہ گزریں ہوں اسی راہ گزر سے "

اپنا چہرہ بھی کچھ نکھر آئے
جب کبھی وہ ہمیں نظر آئے

ہم تو آنکھیں بچھائے رستے میں
منتظر ہیں کہ ، کب ادھر آئے

گو تھکے تو نہیں ہیں چلنے سے
ختم ہونے کو پر سفر آئے

گھر سے آئے جو کوئی نامہ بر
لے کے اچھی کوئی خبر آئے

رات بھر جس کا انتظار کیا
اب تو ایسی کوئی سحر آئے

تھے ملائک اگرچہ ساتھ ان کے
بن کے پیغامبر ، بشر آئے

پڑ گئی جس پہ اُس کی خاص نظر
اُس کی مرضی تھی ، جب جدھر آئے

امن کا گھر ہے یہ ضمانت ہے
جس کو آنا ہے بے خطر آئے

جب خدا ناخدا ہو کشتی کا
کیا ہے خطرہ اگر بھنور آئے

آ کے ہم اس کے در پہ بیٹھے ہیں
اپنی تقدیر بھی سنور آئے

ساتھ مل کر کریں دعا اُس کے
اور ہم کو بھی کیا ہنر آئے

کہہ نہ پائے کوئی یہاں طارق
ہم تو سرحد کو پار کر آئے

الزام دے کے لائے مصیبت تو کیا ہوا
آتی ہے روز اک نئی آفت تو کیا ہوا

ظاہر ہوئے ہیں کیسے سبھی ان کے کاروبار
کہتے ہیں اب کہ کر دی شکایت تو کیا ہوا

صورت تو ان کی دیکھ کے حیراں ہوئے سبھی
آئی ہے سامنے جو یہ سیرت تو کیا ہوا

اس عمر میں بھی عاشقی کا ان کو شوق ہے
آتی ہے جب بتوں پہ طبیعت تو کیا ہوا

تھوڑی سی پی بھی لیں تو دوا اس کو جان لیں
اس پر نہیں ہے ان کو ندامت تو کیا ہوا

اترا لباس ان کی سبھی پارسائی کا
کہتے ہیں دیکھتی ہے جو خلقت تو کیا ہوا

انجام جھوٹ کا تو ہمیشہ بُرا ہوا
سب ان کی کھو گئی ہے جو عزّت تو کیا ہوا

توبہ کا در کھلا ہے جو بھی آئے لوٹ کے
ہو جائے گی کسی پہ جو رحمت تو کیا ہوا

مالک ہے وہ جو عالمِ نا پائیدار کا
سب حال جانتا ہے غریب الدیار کا

وقتِ سحر قریب ہے رخصت ہوئی ہے شب
لایا ہے آفتاب ، زمانہ نہار کا

جاتی ہوئی خزاں کو کہیں الوداع ، اب
دستک ہے در پہ دے رہا موسم بہار کا

اب موت کے ہیں منتظر جھوٹے خدا سبھی
کرتے ہیں انتظام وہ اپنے مزار کا

دو چار گھونٹ اس کے مے خانے سے پیئے تھے
اندازہ پھر ہوا ہمیں ان کے خُمار کا

ہم نے لباسِ عشق جب سے زیب تن کیا
دیکھا ہے حُسن ، پیرہنِ تار تار کا

اوروں کی داستانیں سنائیں گے کیا یہاں
کہتے ہیں ماجرا ، دلِ بے اختیار کا

طارق ہر اک دیار میں رکھتا ہے وہ خبر
وہ آسرا ہے فضل کے امّید وار کا

کب ڈرے ، دریا میں جو سیلاب تھا
سامنے کشتی کے بھی گرداب تھا

مل کے سارے بیٹھتے تھے ہم کبھی
اب تو یوں لگتا ہے جیسے خواب تھا

خوں مرا جس سے ہوا تھا دوستو
پیٹھ پیچھے ، خنجرِ احباب تھا

کیوں نمایاں ہو گیا میں بزم میں
جب کہ ہر کوئی وہاں سُرخاب تھا

ڈھونڈنے نکلے جو غوطہ خور سب
قیمتی گوہر وہ زیرِ آب تھا

ہر جگہ دیکھا ، نہیں لیکن ملا
تیرے جیسا آدمی ، نایاب تھا

اپنی حائل ہو گئی کم مائگی
وہ تو ملنے کو ہمیں بیتاب تھا

لکھ چکا جب وہ کتابِ زندگی
میں بھی طارق اس کا ہی اک باب تھا

عمر بھر گو ہم جگر اپنا لہو کرتے رہے
تجھ کو پانے کی مگر ، ہم آرزو کرتے رہے

خط کا مضموں بھانپ جائیں گے لفافہ دیکھ کر
اس لئے بھی روز ہم دامن رفو کرتے رہے

کیا کریں گے آ کے جب رخصت ہوا وقتِ نماز
تھی امامت جن کے ذمّے گر وضو کرتے رہے

جب نوافل پڑھ کے فارغ ہو گئے کر کے سلام
پھر اُٹھا کر ہاتھ کس سے گفتگو کرتے رہے؟

پوچھ لیجے آپ ، ہم نے کیا کِیا اُن سے سلوک
زندگی بھر ، جو ستم ہم پر ، عدو کرتے رہے

ہم نے سینے سے لگا رکھا ہے تیرے نام کو
کون ہیں پامال اس کی آبرو کرتے رہے

تیری خاطر ہم نے سمجھا تھا کبھی زیور انہیں
ہم تو زنجیروں کو بھی طوقِ گلو کرتے رہے

وہ سمجھتے ہیں کہ خوش ہو جائے گا اس سے خدا
رقص گر پاؤں میں باندھے گھنگرو کرتے رہے

خوبصورت لفظ پھولوں سے پرو کے شعر میں
دل کے داغوں کو مثالِ رنگ و بُو کرتے رہے

ایک دن امّید ہے اُٹھ جائیں گے سارے حجاب
جن کے ہٹ جانے کی طارق ، جستجو کرتے رہے

یوں تو نہیں ہے ، تُجھ سے محبّت نہ کر سکے
ہاں تیرا حق تھا جو ، وہ عبادت نہ کر سکے

دنیا کے پیچھے بھاگ کے دیکھا بہت مگر
اس زندگی کو باعثِ راحت نہ کر سکے

اتنی عنایتیں ہوئی ہیں تُجھ سے بار بار
دو چار حسرتوں کی شکایت نہ کر سکے

مانا ، نہیں ہے یاد کِیا تُجھ کو ہر گھڑی
پر تُجھ سے دور رہنے کی عادت نہ کر سکے

منزل کا راستہ جو تھا دشوار اس قدر
ناکامیوں کو دیکھ کے حیرت نہ کر سکے

کیا فائدہ جو نعمتیں دنیا کی مل گئیں
حاصل تری رضا کی تو جنّت نہ کر سکے

طارق کا اس قدر ہے تری ذات پر یقیں
کوئی اسے ہلانے کی جرأت نہ کر سکے

کس نے دکھلایا نشاں کہہ کے نگر میں میرے
رنگ دیکھو گے عیاں ، اتنے ، پسر میں میرے

ضبطِ تحریر میں احساس وہ لاؤں کیسے
رات بھر چاند رہا ساتھ سفر میں میرے

تھی تو اس کی بھی تمنّا کہ ملے وہ سب سے
دل کے رستے سے اتر آیا وہ گھر میں میرے

حسن پر اپنے بھروسہ تھا کہا یہ اُس نے
مجھ سے بڑھ کر تو نہیں کوئی ہنر میں میرے

تھا جنوں خیز قلم اور قیامت کا بیان
پڑھ کے جذبات ہوئے مدّ و جزر میں میرے

میں نے صحبت کا اثر ہوتے ہوئے دیکھا ہے
شعر کہتا ہوں تو ہوں اس کے اثر میں ، میرے

طعنِ و تشنیع کے نشتر جو چلائے دشمن
زخم اب تک ہیں ہرے قلب و جگر میں میرے

کی صفائی ہے مرے دل کی مرے اشکوں نے
داغ ڈھونڈے نہ کوئی دامنِ تر میں میرے

طارق عاشق جو ہوا اُس کا سبب اتنا ہے
اور جچتا ہی نہیں کوئی نظر میں میرے

زندگی بھر بھاگتے سایوں کا ہی پیچھا کیا
ہر چمکتی چیز کو سونا اگر سمجھا کیا

سامنا کرنے کی تیرے حسن کی ، ہمّت نہ تھی
میں تماشا دور ہی سے بزم کا دیکھا کیا

تُجھ کو شکوہ ہے جہاں میں گھومتا پھرتا رہا
ہر گلی جا کر پتہ تیرا ہی تو پوچھا کیا

جانتا ہے تُو بھی اس کو جس کے احساں مجھ پہ ہیں
کون ہے جس نے یہاں قبلہ مرا سیدھا کیا

کیسے رہ سکتا ہوں زندہ تیرے پانی کے بغیر
تُو نے ہی سرسبز یہ دل کا شجر سُوکھا کیا

تُو دکھائے تب ہی دکھ سکتا ہے سیدھا راستہ
جس نے چھوڑا تُجھ کو ، اپنا راستہ اندھا کیا

سجدہ گہ میں آنکھ کے پانی سے میں ہی بارہا
دل میں شب بھر پیار کو تیرے فقط ،گوندھا کیا

طارق آ جائے ہے جب بھی یاد اس کی دفعتاً
اس سے ملنے کا ارادہ ہم نے بھی باندھا کیا

اگرچہ لہجے میں بے حد مٹھاس رکھتے ہیں
نہ جانے دل میں وہ کیا کیا بھڑاس رکھتے ہیں

میں اپنے دوستوں کی سادگی پہ حیراں ہوں
جو دشمنوں سے مروّت کی آس رکھتے ہیں

وہ لوگ چین سے سوتے ہیں رات جی بھر کے
جو لوگ دن میں قناعت کو پاس رکھتے ہیں

کسی کے سامنے پھیلائیں ہاتھ ہم کیونکر
ملا تو کھا لیا ، سادہ لباس رکھتے ہیں

کریں ہم اپنی حفاظت بھی وضع داری سے
ہمارے کانٹے بھی پھولوں کی باس رکھتے ہیں

سلوک ہم سے کیا جائے گا محبّت کا
کب اپنے شہر میں ہم یہ قیاس رکھتے ہیں

ہمیں تو ان سے تعلّق ہے آشنائی کا
مزاج جو بھی ذرا غم شناس رکھتے ہیں

ہمارے سامنے طارق یہ ہیچ ہے دنیا
کہ لا الٰہ پر دیں کی اساس رکھتے ہیں

کیوں یہاں آئے یہ اکثر بولتا رہتا ہوں میں
زندگی کا کیا ہے مقصد ، تولتا رہتا ہوں میں

میری قربت میں جو رہتا ہے بڑا دلگیر ہے
ساتھ شاید اس کو اپنے رولتا رہتا ہوں میں

زندگی میں کیا ہے کھویا ، کیا ہے پانے کا جنون
دل ہی دل میں خود کو اکثر تولتا رہتا ہوں میں

بیچ دریا کے تو کھیلا ہوں میں موجوں کے خلاف
بیٹھ کر ساحل پہ کیوں پھر ڈولتا رہتا ہوں میں

روشنی ہے اس چراغِ زندگی کی چار دن
چاندنی ماحول میں پر گھولتا رہتا ہوں میں

راز پوشیدہ ہیں کتنے ، ہے معمّہ کائنات
غور کر کے دل کی گرہیں کھولتا رہتا ہوں میں

سوچ کو دے کر سُخن کا روپ کر لوں گفتگو
لوگ کہتے ہیں کہ اکثر بولتا رہتا ہوں میں

روک دینے کی اسے طارق مجھے طاقت نہیں
ظلم ہوتا دیکھ کر ، پر ، کھَولتا رہتا ہوں میں

انداز اُس کی دھڑکنوں کا دل میں آ گیا
کچھ اس طرح سے وہ مرے دل میں سما گیا

جانا ہے اس کے حُسنِ تلطّف کو جس قدر
میرے دل و دماغ پہ چہرہ وہ چھا گیا

تھکتی نہیں زبان مری اُس کے ذکر سے
کی جب بھی بات ذکر اُس کا لب پہ آ گیا

کوشش تھی یہ زمانے کی مجھ سے رہے وہ دور
میں جس طرف گیا ہوں وہیں پر وہ آ گیا

معلوم ہو گا اُس کو دلِ مضطرب کا حال
وہ آیا میرے خواب میں تو مسکرا گیا

وہ مہرباں ہوا تو خدا مہرباں ہوا
دشمن نے جب یہ دیکھا تو وہ بوکھلا گیا

روشن ہوا ہے اس قدر چہرہ وہ نُور سے
جو اس کے سامنے گیا نوروں نہا گیا

طارق حیات و موت کی ہے اتنی داستاں
آیا یہاں میں پیار کیا اور چلا گیا

وصالِ یار کو دل اس طرح مچلتا رہا
میں تیز دھوپ میں بھی تیز تیز چلتا رہا

اگرچہ رات تھی تاریک اور طویل بہت
سحر کی آس میں دل کا دیا تو جلتا رہا

وہ آیا سامنے تو آفتاب کی مانند
ہوئی جو روشنی سایہ دُکھوں کا ڈھلتا رہا

نہ جان پایا حقیقت جو سامنے پا کر
خبر ملی تو وہ ہاتھوں کو اپنے مَلتا رہا

نوید کیسے سنائیں ہم اُس کو منزل کی
چلا تو ہر قدم جو راستہ بدلتا رہا

حسد نے دشمنوں کو اس طرح جلا ڈالا
کہ منہ سے دیر تک ان کے دُھواں نکلتا رہا

وہ جان پائے گا کیا قدر اس گلستاں کی
جو اپنے پاؤں تلے پھول خود مسلتا رہا

مریض کیسے شفا پائے وہ مسیحا سے
ہمیشہ زہر جو اُس کے لئے اُگلتا رہا

عجیب شخص تھا طارق میں دیر سے سمجھا
وہ اپنی خواہشیں میرے لئے کچلتا رہا

❁

ہر کوئی اپنی خودی کے نشّے میں مدہوش تھا
ایسے میں مردِ خدا اک ، کب رہا خاموش تھا

سچ کو سہنے کی نہیں عادت ، یہ ہے رسمِ قدیم
بول کر سولی پہ چڑھتا، کس کو اتنا ہوش تھا

جس کو ساقی نے پلایا ، پی گیا الفت کا جام
اُس کی محفل میں بلا کا ہر کوئی مے نوش تھا

صاف دل رکھتا تھا جو ، سُن کر اسے، اُس کا ہوا
اس قدر تاثیر سے پُر نالۂ پُر جوش تھا

اُس نے دے کر علم و عرفاں کی نظر، ظاہر کیا
وہ خزانہ اب تلک دنیا سے جو رُو پوش تھا

حیف ہے کرتے نہیں اب تک جو اُس کا اعتبار
اُس نے سب سمجھا دیا کیا یہ بھی اُس کا دوش تھا

جب کھڑا ہو کر پکارا اُس نے آؤ اس طرف
فائدہ اُس کو ہوا جو بھی ہمہ تن گوش تھا

ہم بھی عاشق ہو گئے طارق بزرگوں کے طفیل
ورنہ حق کی جستجو میں کون لذّت کوش تھا

یوں تو آیا بہار کا موسم
سُونا من رہ گیا بنا پیتم

گو چمن میں گلاب کھلتے ہیں
کوئی اُس سا لگے مگر کم کم

دلرُبا اور بھی بہت دیکھے
کوئی رکھتا نہیں ہے وہ دَم خَم

دل بھر آیا جو یاد میں اُس کی
آنکھ نے پھر تو ہونا ہی تھا نم

چار سُو وہ ہمیں نظر آئے
ہم بُھلائیں تو کیسے اُس کا غم

غیر ہم نے جنہیں خیال کیا
وہ بھی بھرتے ہیں سارے اُس کا دم

ہم کو یہ احتیاط لازم ہے
ہم سے ہو جائے کوئی کیوں بَرہم

اُس کی یاد آگئی یونہی طارق
جانے کب شعر ہو گئے یہ رقم

❀ ❀ ❀

سُن کے سوھنی کی کہانی ، داستاں سمجھا نہ کر
عشق میں دیتا ہے جاں ، کوئی کہاں ، سمجھا نہ کر

ہر کوئی تعبیر پائے گا جو دیکھے گا اسے
زندگی کو ایک خوابِ رائیگاں سمجھا نہ کر

ساتھ لے کر ان کو چل جو بھی ترے ہمراہ ہیں
صرف اپنی ذات ہی کو کارواں سمجھا نہ کر

اک حقیقت ہے تجھے کرنا ہے جس کا سامنا
اُس عدالت کو کبھی وہم و گماں سمجھا نہ کر

ہے کسی کے ہاتھ سے چلتا نظامِ کائنات
ہے وہی مالک، اِسے اپنا جہاں سمجھا نہ کر

پھول جب کھِل جائیں ، سبزہ پھیل جائے ہر طرف
ہے علامت یہ بہاروں کی، خزاں سمجھا نہ کر

تشنہ لب ہوں لوگ جب آئیں نظر تُجھ کو سراب
پھر بیابانوں کو ہی تُو گلستاں سمجھا نہ کر

معجزوں کے ساتھ ہوتا ہے خدا کا اقتدار
تُو مداری کے تماشوں کو نشاں سمجھا نہ کر

خوبصورت اُس کا لہجہ ہے بڑی شیریں زباں
تُو اسے طارق کا معمولی بیاں سمجھا نہ کر

ماہِ تمام وہ جو سرِ شام آگیا
ہاتھوں میں لے کے صلح کا پیغام آ گیا

عرصہ ہوا کہ ڈھونڈ رہے تھے اُسے سبھی
وہ جس کے منتظر تھے سرِ عام آ گیا

مایوس تھا جو ، خوش ہوا ، جب یہ ملی خبر
اک پہلوانِ مذہبِ اسلام آ گیا

اُترا تھا جو خدا کے پیمبر پہ نجد میں
لے کر پیام پھر وہ سرِ بام آ گیا

عیسیٰ مسیح دے گئے داغِ مفارقت
ہاں یہ امام پا کے وہی نام آ گیا

مہدی کا نام بھی تو اسی کو دیا گیا
اوتار ہو کے صاحبِ الہام آ گیا

تنہا لڑا وہ دیں کے سبھی دشمنوں سے خود
اس کا وجود سارا ، دیں کے کام آ گیا

اسلام کا دکھا دیا اُس نے حسین رُخ
راشد خلافتوں کا بھی انعام آ گیا

طارق تُو خوش نصیب ہے ساقی ملا تُجھے
ہاتھوں میں تیرے پھر سے وہی جام آ گیا

پہلا اچھا ہے یا کہ آخر کا
علم اس کو ہے غیب و حاضر کا

عسکری گو مزاج ہے میرا
دل ہے سینے میں ایک شاعر کا

شہر در شہر اُڑ کے جاتا ہوں
یہ ہنر بھی ہے مجھ میں طائر کا

یونہی بنتا نہیں ہے تاج محل
مال لگ جاتا ہے ذخائر کا

شوق مہنگا ہے عشق کرنے کا
یہ بھی اک تبصرہ تھا زائر کا

دل جنھوں نے دیا ، جنوں تو نہ تھا
بوجھ ان پر نہ تھا ضمائر کا

یاد آتی ہے اک وعید مجھے
ذکر آتا ہے جب جزائر کا

طارق اب اس سے آشنائی ہے
کیا اثر ہو گا مجھ پہ ساحر کا

❁ ❁ ❁

آواز مری سُن کے اگر لوٹ وہ آئے
سمجھوں گا صدا دل کی نہ خالی کبھی جائے

خوابوں کو ترستے ہی رہے ہجر کے مارے
آنکھوں میں جو اترے ہی نہیں نیند کے سائے

جیون جو بِتایا ہے تو احسان ہے کس پر
چاہا نہیں دل نے یہ کبھی اُس کو جتائے

دنیا میں اگر جینا ہی اوروں کے لئے ہے
پھر کس کو یہ پروا ہے ، قرار آئے نہ آئے

ہر سانس اگر بوجھ بنے قرض کی مانند
ہو گی کسے خواہش کہ وہ پھر جان بچائے

مانو تو محبّت کا صلہ یہ تو ملے گا
شاید کہ دعا کرنے کوئی قبر پہ آئے

طارق ہمیں ہر سانس امانت میں ملی ہے
سوچا ہی نہیں جان کسی کام نہ آئے

تُم نے کل بام پہ آ کے جو کہا تھا ، کیا تھا
ذکر ہونٹوں سے تمہارے جو سنا تھا ، کیا تھا

ہو کے امّید کی رتھ پر جو سوار آئے تھے
خواب وہ ٹوٹے ، تِرا عہدِ وفا تھا، کیا تھا

بسترِ مرگ سے اُ ٹھ آئے ہیں اب دل کے مریض
یوُنہی کہتے ہیں بنا پھرتا مسیحا کیا تھا ؟

تم تو کہتے تھے کہ سچ بول کے دکھلاؤں گا
وہ جو سُقراط نے کل زہر پیا تھا ، کیا تھا

کر کے ناراض خدا ، بندوں کی خاطر ، تم نے
پھر سے اک حشر بپا تم نے کیا تھا ، کیا تھا

جانے کمزور ہے کیوں یاد زمانے بھر کی
وہ جو فرعونوں کا انجام ہوا تھا ، کیا تھا

بھول بیٹھے ہیں تو دہرانے کا سامان ہوا
وہ جو تاریخ نے پیغام دیا تھا ، کیا تھا

کیا سبق سیکھا نہیں تم نے کہ حکّامِ وطن
اک جلا آگ میں اک پھانسی چڑھا تھا ، کیا تھا

یاد اک بار تمہیں پھر سے دلائے طارق
غور سے دیکھو جو اسلام ملا تھا ، کیا تھا

حیراں ، ہمیں زمانے کی خبریں ، تو کر گئیں
کب لوٹ کر ہماری بھی نظریں اُدھر گئیں

جی خوش ہوا ہے منزلِ مقصود دیکھ کر
ساری مسافتوں کی تکانیں اتر گئیں

چلتے رہے ہیں قربتوں کی آس لے کے ہم
کچھ اس طرح سے کر کے نگاہیں اثر گئیں

پائی ہے اس کے ہاتھ سے ایسی شفا کہ لوگ
حیرت سے پوچھتے ہیں ،کراہیں کدھر گئیں

ہم نے جو اس کے پیار کو عادت بنا لیا
یاد آئی جب بھی اس کی تو سانسیں بکھر گئیں

کھویا جو اپنے ہاتھ سے اک قیمتی وجود
آغوش میں جو بھرتی تھیں باہیں کدھر گئیں

ہم نے سنیں جو غور سے باتیں ضمیر کی
قلب و نظر میں آئیں جو سوچیں نکھر گئیں

طارق سے اس کا حال تو پوچھا نہیں کبھی
اب وہ چلا گیا ہے ، اڑانیں جدھر گئیں

کہتا ہے کون مسجد و مندر نہیں رہا
ایمان، ہاں ، دلوں کے بھی اندر نہیں رہا

کرتے تھے رشک ، مذہبِ اسلام دیکھ کر
پہلا سا اب جہان میں منظر نہیں رہا

کیسے کہوں وہ حالتِ مسلم نہیں رہی
اب کوئی رہنما جو میسّر نہیں رہا

پیغام تو رہا ہے ، عمل اس پہ اب نہیں
یہ حال ہو گیا جو پیمبر نہیں رہا

اے کاش اب تو آئے کوئی آسمان سے
اب اس جہاں میں اور تو رہبر نہیں رہا

لوگوں نے جتنے ٹوٹکے تھے آزما لئے
جادو بھی اب یہاں پہ مؤثّر نہیں رہا

خالی فساد سے تو ، بحر و بر نہیں رہے
دامن ہمارا گرچہ کبھی تر نہیں رہا

دیکھی ہے جیسے زندگی ہم نے قریب سے
اب سچ کہیں تو موت کا بھی ڈر نہیں رہا

حرص و ہوا میں ظلم کی حد پار ہو گئی
جھولی میں آگ کون یہاں بھر نہیں رہا

عزّت کہاں سے لائے گا جا کر خرید کے
اب جس کے پاس کوئی مال و زر نہیں رہا

وابستہ میری یادیں رہیں جس سے اب تلک
کہتے ہیں اب تو گاؤں میں وہ گھر نہیں رہا

اک نام ہی خدا کا بچا ہے جہان میں
ہے اور کون ، وہ بھی ترا گر نہیں رہا

طارق وہی ہے اس کے ہی گھر جا کے ماتھا ٹیک
اس کے سوا کھلا تو کوئی در نہیں رہا

کب ہم نے روٹھ کر گئے پہلے ، منا لئے
اُس نے بھی امتحان کئی ، بارہا لئے

برسوں کے رتجگے تھے کہاں خواب دیکھتے
پلکوں پہ اس کی یاد میں موتی سجا لئے

سورج نکل رہا تھا ہمیں آئی اونگھ جب
پھر کھڑکیوں سے ہم نے ہی پردے ہٹا لئے

ہم ہی نہیں تھے اس کی تمنّا میں بے قرار
اس کے بھی آئے کتنے پیمبر ، پتہ لئے

ہم کیسے بھول پائیں گے وہ موسمِ بہار
آئی تھی فصلِ گل کی مہک ، جب صبا لئے

آواز کی تو نغمگی ہم سے نہ پوچھئے
جس نے سنی وہ چل پڑا یہ راستہ لئے

محفل میں اُس کا ذکر ہوا جب بھی دوستو
عاشق، رقیب بن کے چلے نقشِ پا لئے

طارق وصالِ یار کی صورت کوئی تو ہو
جائیں گے ورنہ ہم کہاں یہ دل دکھا لئے

تیسری جنگِ عظیم روکو۔ مہم

اے سخنور اُٹھ کہ وابستہ ہے تُجھ سے انقلاب
تھام لے اپنا قلم اب چھوڑ طاؤس و رباب

پھیلتا جاتا ہے بحر و بر میں ہر جانب فساد
دیکھ لے اخلاق سے عاری ہوئے اہلِ کتاب

دہریوں سے کیا گلہ ان کا خدا کوئی نہیں
اب خدا والوں پہ بھی آئے نظر اس کا عتاب

دسترس دل تک نہیں ہے نور کی ، پردے پڑے
روشنی تو دے رہے ہیں آفتاب و ماہتاب

رہبروں میں اہلِ دانش کا بڑا فقدان ہے
آ گیا سیلاب کہتے ہیں نظر آئے سراب

ہوش میں لانا ہے ان کو بھی سلیقے سے ہمیں
جن کی گھٹی میں پڑا ہے رات دن پینا شراب

خود سری، لالچ ، تعصّب ، ضد ہے اور ذاتی مفاد
مل کے ساری کر رہی ہیں عادتیں ان کو خراب

دے کے دروازے پہ دستک گر جگائیں گے نہ ہم
کیا بچائیں گے وہ طارق ، جو رہیں گے محوِ خواب

گھر میں رونق ہی کی صورت ہو ، ہمیں اچھا لگے
کب کوئی ماٹی کی مورت ہو، ہمیں اچھا لگے

ارد گرد اپنے جو دیکھیں زندگی بوسیدہ حال
ہم نے جو بھی ، پائی نعمت ہو ، ہمیں اچھا لگے

اِس سے وابستہ ترقّی دین کی ، دنیا کی بھی
ورنہ کب گر یونہی ہجرت ہو ہمیں اچھا لگے

دھوپ میں لمبے سفر کے بعد منزل ہو قریب
قُرب کی پھر سعد ساعت ہو ہمیں اچھا لگے

دل کی خواہش جب نہ پوری ہو کوئی ، حسرت بنے
جب رہی کوئی نہ حسرت ہو، ہمیں اچھا لگے

ملک اپنا چھوڑ کر چھانی ہے جب در در کی خاک
پھر جہاں میں پائی عزّت ہو ، ہمیں اچھا لگے

سن کے طارق تُجھ کو ، لوگوں نے کہا ہے بارہا
جب تری باتوں میں حکمت ہو ، ہمیں اچھا لگے

یہ بات تو نہیں تھی کہ حُسنِ غزل نہ تھا
تاثیر یوں نہیں تھی کہ اُس پر عمل نہ تھا

سایہ بھی دھوپ میں نہ دیا جس نے دو گھڑی
کس کام کا وہ پیڑ ، دیا جس نے پھل نہ تھا

آیا ہی لوٹ کر جو ہوا جاں بہ لب تو پھر
اُس وقت ، اس کے مسئلے کا کوئی حل نہ تھا

بچپن میں دوستی کے تعلّق بنے عجیب
تھے اور بھی عزیز ، پر ، ان کا بدل نہ تھا

حسرت ہے میں یہ کہہ سکوں جب بھی ملوں اسے
اپنا تو میرے پاس رہا کوئی پل نہ تھا

ظاہر کسی کے قُرب میں رہنے کا ہے اثر
آیا ہے اب نکھار جو چہرے پہ ، کل نہ تھا

طارق ہمیں بھی خوب تر کی جستجو رہی
جب تک ہمارے سامنے حُسنِ ازل نہ تھا

جب یہ کہا گیا اسے ، اپنی کتاب دو
پوچھا گیا کہ ، گزرے دنوں کا حساب دو

یوں تو ہوا تھا عام سا ہی اس سے اک سوال
اس سے مگر کہا گیا ، فوراً جواب دو

بے تاب دیکھنے کو تمہیں لوگ تھے تو کیا
کس نے تمہیں کہا تھا الٹ تم نقاب دو

تم سے تو نیند اُڑنے کا شکوہ کیا تھا بس
یہ تو نہیں کہا تھا ، مجھے اپنے خواب دو

سورج کے ڈھلتے ڈھلتے جب بھی شام ہو گئی
دیکھا تمہیں تو یوں لگا کہ ماہتاب ہو

حُسنِ نظر نے دیکھ کر حُسنِ ازل ، کہا
ہر پھول لازمی تو نہیں ہے گلاب ہو

طارق کتابِ زندگی کا جو ورق کُھلے
کیا جانے کون سا رقم اس پر نصاب ہو

پنجابی غزل

دل چ آوے کنّی وار
کریئے بیہ کے گلاں چار

ڈگدے ڈھیئندے ٹُر دے نال
کیہ جیوناں جے دکھ ہزار

آساں تانگاں کیوں چھڈ دیّیے
جیوندا رئے اوہ ساڈھا یار

دل چ ساڈھے ڈر نہ کوئی
جتیئے ، بھاویں جایئے ہار

کتھے یاد ، اڈیکاں یارا
ساڈھی جد آئی سرکار

سجے کھبے تکناں کیہ ایں
بیڑی بیہ تے ، ہو جا پار

سانجھے پھٹ تے پیڑاں کتھے
اینویں کیئندے ، کر دے پیار

نریاں گلاں کم کسے ناں
ویکھ عمل تے ، سوچ وچار

ڈھول ڈھکے نال سَیں ڈُھکیا
کٹھے دن نہ کڈھیں چار

سِدھے مونہہ نہ گل کریں توں
کیہڑی گل دی تینوں کھار

پانی پا ، ودھاویں لسّی
آڈھا نت دا ، رب دی مار

ایہہ نہ منگن خیر کسے دی
جے کر منگن ، بیڑا پار

ات خدا دا ویر سنی دا
روندے بیہ کے زار و زار

سارے لنگ گئے پار جدوں نے
اسیں نہ رہیئے ادھ وچکار

طارق اگے دا کُجھ کر لَے
ماڑے ڈُبڑے دی لَے سار

پنجابی غزل

جدوں وی آئے اوکھا ویلا ، تیرے در تے آؤناں واں
جے کر توں ناں لبھیں مینوں، میں کملا گبھراناں واں

دکھ تے ایہہ نیں ڈاڈھے سجناں، وسّ نئیں میرے سہہ جاواں
ربّ دے اگّے ڈِگ کے ، فیر میں روناں تے کرلاناں واں

چین کسے پل آوے کاہنوں ، تیرے باجھوں جھلّے نوں
لوکی ویکھن گلی تری وچ اوندا تے میں جاناں واں

اوکھے پئینڈے کج نہ آکھن ، میرے لئی کیہ اوکھا اے
پر میں تیرے ویہڑے، اکھاں چکن توں شرماناں واں

جے کر شکر نہ کریئے اوہدا، اوہ وی بوہتا دیندا نئیں
اوسے دھرتی متھا ٹیکاں، جیہڑی دا میں کھاناں واں

اکھاں چک کے تیرے ساہویں گل تے میتھوں ہوندی نئیں
آکھن نوں اک گبھرو سوہناں، اُنج تے میں اکھواناں واں

طارق آسے پاسے پھر کے ویکھ لیا سکھ لبھا نئیں
اوہدے در تے آ بئیٹھا واں جیہدا بنناں چاہناں واں

❀ ❀ ❀



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آ گئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آ گئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آ کر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ با قاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام **"لبِّ لباب"** مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ "**چاک دامانِ جنوں**" کے نام سے شائع ہوا۔ " **ہم قدم، دم بدم**" اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ **"در آئینہ صفِ دوستاں"** جولائی ۲۰۲۰ میں، **"نصیبِ چارہ گری"** اکتوبر ۲۰۲۱ میں اور **"بازگشت"** جنوری ۲۰۲۲ میں۔ **"پیتم بن من سُونا"** ان کا ساتواں مجموعِہ کلام ہے۔



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۷۰ میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے ۱۹۷۵ میں ایف ایس سی کیا ۱۹۸۲ میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ ۱۹۹۰ میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ ۲۰۲۰ سے کیا۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام **"لبِ لباب"** مارچ 2021 میں آیا تھا جس کا غزلیات کا حصّہ "**چاک دامانِ جنوں**" کے نام سے شائع ہوا۔ " **ہم قدم، دم بدم**" اپریل ۲۰۲۱ میں شائع ہوا۔ **"در آئینہ صفِ دوستاں"** جولائی ۲۰۲۰ میں، **"نصیبِ چارہ گری"** اکتوبر ۲۰۲۱ میں اور **"بازگشت"** جنوری ۲۰۲۲ میں۔ **"پیتم بن من سُونا"** ان کا ساتواں مجموعہ کلام ہے۔